ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
www.tanzeem.org
27
تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام
مسلسل اشاعت کا
33 واں سال
تنظیم اسلامی کا ترجمان
9 تا 15 محرم الحرام 1446ھ / 16 تا 22 جولائی 2024ء

شہید کی موت قوم کی حیات ہے......

ماہِ محرم کو احترام اور فضیلت اسی روز سے ملی ہے کہ جس روز اللہ نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا۔ محرم کے مبارک مہینے میں شہادت کا تاج پہننے اور جام پینے والے سیدنا فاروق اعظم ؓ ہوں یا نواسۂ رسول سیدنا حسین ابن علی ؓ اور ان کے خاندان کے دیگر شہداء، فضیلت والے مہینے میں ان مقدس لوگوں نے راہِ خدا میں شہید ہو کر اپنے مقام و مرتبے کو اور زیادہ کر لیا۔ شہید کا مقام اور مرتبہ اسلام میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس کو مردہ کہنا تو درکنار شہداء اسلام کو مردہ سوچنے سے بھی قرآن منع کرتا ہے۔ 'شہادت' کی موت اسلام میں اللہ کی خصوصی نعمت بتائی گئی ہے۔ لہٰذا شہادت نعمت ہے مصیبت نہیں۔ شہادت کی موت اگر بری ہوتی تو خود پیغمبرِ اسلام حضرت محمد ﷺ اس کی تمنا نہ کرتے۔ صحابہ کرام و اہل بیت عظام ؓ دیوانہ وار شہادت کو گلے نہ لگاتے۔ اسلام میں شہید کی موت قوم کی حیات اور اس کا مقدس خون قوم کی زکوٰۃ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان ہر دور میں دینِ اسلام پر اس قدر جانیں وار کر گئے ہیں کہ تاریخِ اسلام شہداء کی قربانیوں سے بھری پڑی ہے۔ تاریخ اسلام میں اتنے شہید ہیں کہ اگر فی منٹ ایک شہید کا تذکرہ کیا جائے تو سال ختم ہو جائے گا مگر شہداء کی تعداد پھر بھی باقی ہوگی۔

ان مقدس نفوس کی قربانیوں کی بدولت ہی قرآن و اسلام ہم تک محفوظ پہنچے۔ افسوس کا مقام ہے کہ اغیار تو خلفائے راشدینؓ بالخصوص خلیفۂ دوم سیدنا عمر فاروق ؓ کے کارناموں سے بہت کچھ سیکھ گئے اور اپنے ملک و قوم کو سنوار گئے لیکن غلام مسلمان حکمران جو در بدر کی ٹھوکریں تو کھا رہے ہیں لیکن خلفائے راشدین ؓ کی سیرت و کردار سے کچھ سیکھنے کی توفیق ان کو نہیں ہو رہی۔ جس کا خمیازہ امت مسلمہ بھگت رہی ہے۔

مولانا محمد اکرم

غزہ پر اسرائیل کی وحشیانہ بمباری کو 283 دن گزر چکے ہیں!
کل شہادتیں: 38900 سے زائد، جن میں بچے: 16104،
عورتیں: 12090 (تقریباً)۔ زخمی: 90115 سے زائد

اس شمارے میں

سودی نظام اور طاغوت کی بحث
......لمحہ فکریہ

چند یاددہانیاں:
ذات، گھر، بجٹ اور مملکت

پاکستان کا اشرافیہ نواز بجٹ
اور مظلوم عوام

عوام کے صبر کو مزید نہ آزمائیں!

اندروں چنگیز سے تاریک تر

خرید و فروخت میں
دیانت داری کا فقدان

الھدیٰ
ڈاکٹر اسرار احمدؒ 1092

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات کا نزول

سُورۃُ القَصَص | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 43 تا 45

وَ لَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَاۤ اَہۡلَکۡنَا الۡقُرُوۡنَ الۡاُوۡلٰی بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَ ہُدًی وَّ رَحۡمَۃً لَّعَلَّہُمۡ
یَتَذَکَّرُوۡنَ ﴿۴۳﴾ وَ مَا کُنۡتَ بِجَانِبِ الۡغَرۡبِیِّ اِذۡ قَضَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسَی الۡاَمۡرَ وَ مَا کُنۡتَ مِنَ الشّٰہِدِیۡنَ ﴿۴۴﴾ وَ لٰکِنَّاۤ اَنۡشَاۡنَا
قُرُوۡنًا فَتَطَاوَلَ عَلَیۡہِمُ الۡعُمُرُ ۚ وَ مَا کُنۡتَ ثَاوِیًا فِیۡۤ اَہۡلِ مَدۡیَنَ تَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِنَا ۙ وَ لٰکِنَّا کُنَّا مُرۡسِلِیۡنَ ﴿۴۵﴾

آیت: ۴۳ ﴿وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَاۤ اَہۡلَکۡنَا الۡقُرُوۡنَ الۡاُوۡلٰی﴾ ’’اور ہم نے موسیٰؑ کو کتاب عطا فرمائی اس کے بعد کہ ہم نے پہلی جماعتوں کو ہلاک کر دیا تھا‘‘

﴿بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَہُدًی وَّرَحۡمَۃً لَّعَلَّہُمۡ یَتَذَکَّرُوۡنَ ﴿۴۳﴾﴾ ’’(یہ کتاب) لوگوں کی آنکھیں کھولنے کے لیے تھی اور ہدایت اور رحمت تھی‘ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔‘‘

آیت: ۴۴ ﴿وَمَا کُنۡتَ بِجَانِبِ الۡغَرۡبِیِّ اِذۡ قَضَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسَی الۡاَمۡرَ﴾ ’’اور (اے نبی ﷺ!) آپ موجود نہیں تھے (اُس پہاڑ کے) غربی جانب جب ہم نے موسیٰؑ کی طرف حکم بھیجا تھا‘‘

اے نبی ﷺ! طور کے دامن میں جب ہم موسیٰؑ سے گفتگو کر رہے تھے اور انہیں منصبِ رسالت پر فائز کر کے فرعون کی طرف جانے کا حکم دے رہے تھے تو آپؐ اس وقت وہاں پر موجود نہیں تھے۔

﴿وَمَا کُنۡتَ مِنَ الشّٰہِدِیۡنَ ﴿۴۴﴾﴾ ’’اور نہ آپؐ اُن لوگوں میں شامل تھے جو وہاں حاضر تھے۔‘‘

آیت: ۴۵ ﴿وَلٰکِنَّاۤ اَنۡشَاۡنَا قُرُوۡنًا فَتَطَاوَلَ عَلَیۡہِمُ الۡعُمُرُ ۚ﴾ ’’لیکن ہم نے پیدا کیں بہت سی نسلیں‘ تو اُن کے اوپر ایک لمبی عمر بیت گئی۔‘‘

جب آپؐ ماضی کے واقعات کی تفصیلات اہل مکہ کو سناتے ہیں تو یہ بات خود بخود ان کی سمجھ میں آ جانی چاہیے کہ یہ تمام معلومات اللہ تعالیٰ نے براہِ راست بذریعہ وحی آپؐ کو فراہم کی ہیں۔

﴿وَمَا کُنۡتَ ثَاوِیًا فِیۡۤ اَہۡلِ مَدۡیَنَ تَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِنَا ۙ﴾ ’’اور نہ ہی آپ اہلِ مدین کے درمیان مقیم تھے کہ ان کو ہماری آیات پڑھ کر سناتے‘‘

اسی طرح موسیٰ علیہ السلام اور شیخ مدین کے واقعات کی تفصیل بھی قابل غور ہے کہ آپؐ ان واقعات کے عینی شاہد تو نہیں تھے۔

﴿وَلٰکِنَّا کُنَّا مُرۡسِلِیۡنَ ﴿۴۵﴾﴾ ’’بلکہ یہ تو ہم ہیں (رسولوں کو) بھیجنے والے!‘‘

ہم جس کو چاہتے ہیں اپنا رسول بنا کر بھیجتے ہیں‘ اور اس کو غیب کی خبریں‘ ماضی و مستقبل کے واقعات کے بارے میں معلومات بھی فراہم کرتے ہیں اور ہدایت کے لیے ضروری تعلیمات بھی دیتے ہیں۔

درس حدیث

عورتوں کا فتنہ

عَنۡ اُسَامَۃَ بۡنِ زَیۡدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ ((مَا تَرَکۡتُ بَعۡدِیۡ فِتۡنَۃً اَضَرَّ عَلَی الرِّجَالِ مِنَ النِّسَآءِ)) (بخاری ومسلم)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’میں نے اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں سے زیادہ خطرناک کوئی فتنہ نہیں چھوڑا۔‘‘

چونکہ مردوں کی فطرت میں عورتوں کی کشش رکھی گئی ہے، چنانچہ وہ عورتوں کی خاطر حرام میں مبتلا ہوتے ہیں‘ دشمنیاں مول لیتے ہیں اور قتل و غارت تک پر اتر آتے ہیں یا عورتیں مردوں کو کم از کم دنیا کی محبت میں تو مبتلا کر ہی دیتی ہیں اور حضور ﷺ کا ارشاد ہے ’’حُبُّ الدُّنۡیَا رَأۡسُ کُلِّ خَطِیۡئَۃٍ‘‘ یعنی ’’دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے۔‘‘

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تاخلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
9 تا 15 محرم الحرام 1446ھ جلد 33
16 تا 22 جولائی 2024ء شمارہ 27
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: خورشید انجم
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
"دارالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mall:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 20 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 800 روپے
بیرونِ پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (21,000 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (16000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org
"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
خورشید انجم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سودی نظام اور طاغوت کی بحث...... لمحۂ فکریہ

سود کے خلاف وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ 28 اپریل 2022ء بمطابق 26 رمضان المبارک 1443ھ کو جاری کیا گیا تھا۔ یہ شمارہ جب قارئین تک پہنچے گا تو اُس معرکۃ الآرا فیصلہ کو آئے ہوئے 811 دن یعنی تقریباً سوا دو برس گزر چکے ہوں گے۔ اس دوران کئی حکومتی، نجی بنکوں اور افراد نے اس فیصلہ کو سپریم کورٹ میں چیلنج کر دیا۔ انتہائی دکھ اور المیہ کی بات ہے کہ کسی دوسری عدالت کا فیصلہ جب اعلیٰ عدالت میں چیلنج کیا جاتا ہے تو حکمِ امتناعی (Stay Order) لینے کے لیے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑتا ہے اور باقاعدہ عدالتی کارروائی کے بعد حکم امتناعی جاری ہوتا ہے لیکن آئین و قانون کی موشگافیوں نے فیڈرل شریعت کورٹ کو ایسا یتیم و بے کس بنا دیا ہے کہ اُس کے فیصلوں کے خلاف حکم امتناعی لینے کے لیے محض سپریم کورٹ میں اپیل دائر کرنا کافی ہے۔ نہ کسی حکم نامہ کی حاجت اور نہ عدالتی کارروائی کی ضرورت۔ ہم جنس پرستی اور جنسی بے راہ روی کا راستہ کھولنے والے ٹرانس جینڈر قانون کے خلاف وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک جاری ہے۔ گویا اسلام کے نام پر قائم ہونے والی مملکت میں اول تو شرعی تقاضوں کے مطابق قانون سازی کرنا ہدف ہی نہیں بلکہ اس کے برعکس اسلامی تعلیمات کی دھجیاں اُڑا کر آئے دن نت نئے قانون بنا دیے جاتے ہیں۔ پھر یہ کہ جب ایسے غیر اسلامی قوانین کے حوالے سے وفاقی شرعی عدالت سے رجوع کیا جاتا ہے کہ انہیں کالعدم قرار دیا جائے تو نہ صرف ریاستی مشینری اپنی تمام تر قوت کے ساتھ اُس کے مدعین کے خلاف اُٹھ کھڑی ہوتی ہے اور اُن کا میڈیا ٹرائل بھی کیا جاتا ہے، بلکہ آئین و قانون میں موجود چور دروازوں (Loop Holes) کو استعمال کرتے ہوئے معاملہ کو سالوں تک لٹکا دیا جاتا ہے۔ گویا اس فرسودہ نظام کو جب تک تلپٹ کر کے ایک متبادل نظام رائج نہیں کیا جاتا، کسی خیر کی توقع کرنا دیوانے کا خواب ہے۔

بہرحال 1446ھ کے آغاز پر مسلمان دنیا کو بے پناہ چیلنجز کا سامنا ہے۔ اس وقت امتِ مسلمہ (جو بالفعل محض مسلم اکثریت والے ممالک کی حیثیت رکھتی ہے) بدترین ذلت ورسوائی کا شکار ہے۔ کم ہمتی اور پستی کی یہ حالت اس قدر واضح اور ظاہر و باہر ہے کہ کسی مفصل خطبہ کی ضرورت نہیں۔ مملکتِ خداداد پاکستان کی بات کریں تو نظریۂ اسلام پر قائم ہونے والی مسلم دنیا کی واحد ایٹمی قوت، جو پون صدی سے اشرافیہ کے قبضہ میں ہے، اپنی بقاء اور سلامتی کی جنگ لڑ رہی ہے۔ ہمارے نزدیک ملک کی سمت درست کرنے اور اُسے صحیح رخ پر ڈالنے کے لیے ناگزیر ہے کہ اس کی اصل کی طرف لوٹا جائے۔ یہ ملک اسلام کی بنیاد پر قائم کیا گیا تھا۔ اس کی بقاء اور سلامتی بھی اسلام کو قائم اور نافذ کر کے ملک کو صحیح معنی میں ایک اسلامی فلاحی ریاست بنانے میں مضمر ہے۔ ایک ایسی ریاست جو دین کے

مسلمہ اصولوں کے مطابق حق داروں کو اُن کا حق دے اور ظلم کا خاتمہ کرے، حکومت اور ریاستی اداروں کے عہدیداران و کارکنان کو اپنے فرائض ادا کرنے میں مددومعاون ثابت ہو اور جو بھی اپنے فرائض کی ادائیگی میں غفلت برتے اُس کا کڑا احتساب کیا جائے۔ عوام کی فلاح وبہبود جس میں اہم ترین مقام اُخروی فلاح کو حاصل ہے اُس کے لیے ہرممکن اقدامات کیے جائیں۔ لیکن ہماری پون صدی کی تاریخ کا حاصل یہ ہے کہ سیاسی جماعتوں اور ریاستی اداروں سے اس کی امید رکھنا شاید بے معنی ہو چکا ہے کیونکہ ملک کو اس دلدل سے نکال کر اس کو صحیح راستے پر ڈالنا اُن کے اوّلین اہداف میں شامل ہی نہیں۔ ہمارے نزدیک علماء کرام کو حقیقی لیڈرشپ کا کردار ادا کرنا ہوگا کہ وہ عوام کو ساتھ ملا کر ملک کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کے لیے اور ملک میں شریعت محمدی ﷺ کے قیام اور نفاذ کے لیے ایک بھرپور تحریک برپا کریں۔ یاد رہے کہ جب 1974ء میں علماء کرام کی رہنمائی میں عوام نے قادیانیوں کے خلاف بھرپور تحریک چلائی تھی تو پارلیمان اُنہیں غیر مسلم قرار دینے پر مجبور ہوگئی تھی۔ ملک میں اسلامی نظام کے قیام ونفاذ کے لیے بھی ایسی ہی بھرپور تحریک برپا کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ہم ملک وملت کو صحیح راستے پر گامزن کرسکیں۔ دنیا میں بھی امن وخوشحالی حاصل ہو اور آخرت میں اللہ کے حضور کامیاب وکامران ٹھہریں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت پر استقامت عطا فرمائے۔ آمین!

❁❁❁

چندروز سے ’طاغوت‘ پر بحث نے سوشل اور ڈیجیٹل میڈیا پر آگ لگائی ہوئی ہے۔ اگرچہ اب یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ چینل اور شو کی ریٹنگ حاصل کرنے کے لیے یہ پہلے سے طے شدہ پروگرام تھا اور ایک مردہ پروگرام کی ریٹنگ بڑھانا مقصود تھا مگر ہمارے نزدیک ان کا اصل مقصد دینی اصطلاحات کو موضوع بحث بنا کر خلط مبحث پیدا کرنا ہے۔ مزید برآں دینی اصطلاحات اور دینی شعار کا استخفاف کرنا بھی ہے اور بہر حال اس وقت مارکیٹ کا سب سے کامیاب ہتھیار ’’عورت کارڈ‘‘ ہے۔

چنانچہ اس خاتون کا یہ کہنا کہ ’’میں تو یہاں عورتوں کے حقوق کے بارے میں سننے آئی تھی، مجھے قرآنی آیات کیوں سنائی جارہی ہیں اور میں نے طاغوت کا لفظ ابھی آپ کی زبان سے دوتین سو مرتبہ سن لیا ہے۔‘‘ ایک طرف قرآنی اصطلاحات کا استخفاف ہے اور دوسری طرف عورت کارڈ کا استعمال کہ میرا ایشو تو عورتوں کے حقوق ہیں۔ مجھے قرآنی آیات سے کیا لینا دینا۔ اب تمام سیکولرز، لبرلز اور فیمینسٹس کو ایک سنہری موقع میسر آگیا ہے اور اس خاتون کی بھرپور حمایت کی جارہی ہے اور اب آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا۔ اس خاتون کو مختلف پروگراموں میں مدعو کیا جائے گا اور جو اس کی وجۂ شہرت بنی ہے یعنی اس کی زبان، وہ اس کا بھرپور استعمال کرے گی اور این جی اوز اس کو استعمال کریں گی اور پھر پروٹیکشن کے نام پر یورپ کے کسی ملک کا ویزہ۔ اللہ اللہ خیر سلا یہی کہانی ہے! جو مختاراں مائی سے لے کر اب تک چلی آرہی ہے۔ یہی سوشل انجینئرنگ کا انٹرنیشنل ایجنڈا ہے جس کو این جی اوز اور میڈیا سپورٹ کرتا ہے، جس کے سامنے بہرحال بڑی حکمت اور دانائی کے ساتھ بند باندھنے کی ضرورت ہے۔

❁❁❁

دعائے صحت کی اپیل

☆ قرآن اکیڈمی لاہور میں شعبہ مطبوعات کے نائب مدیر جناب محمد خلیق موٹرسائیکل پر روڈ ایکسیڈنٹ کا شکار ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ
الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُکَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا

سانحۂ کربلا

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عزیمت وعظمت کے بیان پر جامع تالیف

بانیٔ تنظیم اسلامی

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

عام ایڈیشن — قیمت 50 روپے

خاص ایڈیشن — قیمت 100 روپے

جامع اور مختصر مگر عام فہم اور محققانہ تاریخی تالیف کا مطالعہ کیجئے

مکتبہ خدام القرآن لاہور

36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 3-35869501

e-mail:maktaba@tanzeem.org

چند یاددہانیاں: ذات، گھر، بجٹ اور مملکت

جامع القرآن، قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ ﷾ کے 05 جولائی 2024ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد

جمعہ کے خطاب کا ایک بڑا مقصد تذکیر اور یاددہانی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کے بارے میں احادیث مبارکہ میں ذکر آتا ہے کہ:

((کان یقراء القرآن ویذکر الناس)) ’’اللہ کے رسول ﷺ قرآن پڑھتے تھے اور لوگوں کو نصیحت فرماتے تھے اور یاددہانی کرایا کرتے تھے۔‘‘

زندگی کے معاملات اور مسائل میں اُلجھ کر انسان اپنے اصل مقصد کو فراموش کر دیتا ہے کہ ہماری اصل محنت اپنی آخرت کو سنوارنے کے لیے ہونی چاہیے جو کہ ہمارا اصل ٹھکانہ ہے۔ آخرت کو فراموش کیے جانے کی ایک بڑی مثال موت کو فراموش کرنا ہے۔ ہم سب مانتے ہیں کہ موت آنی ہے۔ دنیا میں بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی بھی ہے جو خدا کا انکار کرتے ہیں لیکن موت کا انکار کرنے والا ایک بھی نہیں ملے گا۔ یعنی ہر کوئی جانتا ہے کہ موت اٹل حقیقت ہے مگر اس کے باوجود ہم موت کو بھول جاتے ہیں (الا ماشاء اللہ)۔ حالانکہ روزانہ اپنی آنکھوں سے جنازے اُٹھتے دیکھتے ہیں، جنازے پڑھتے بھی ہیں۔ اسی طرح ہم دین، آخرت اور ایمان سے تعلق رکھنی والی بہت ساری چیزیں بھول جاتے ہیں۔ لہٰذا جمعہ کے خطاب کا ایک بڑا مقصد ان بھولی ہوئی چیزوں کی یاددہانی ہوتا ہے۔

آج اسی تناظر میں کچھ چیزوں کی یاددہانی مقصود ہے۔

موت کی یاددہانی

حدیث میں آتا ہے کہ موت کی یاددہانی اور عبرت کے لیے کبھی کبھی قبرستان بھی جانا چاہیے۔ ہم نے مخصوص کر دیا کہ عید کے موقع پر قبرستان جائیں گے یا شب برأت کے موقع پر ہی جائیں گے۔ حالانکہ اسلام میں ایسا محدود تصور نہیں ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے قبرستان جانے کی تلقین فرمائی ہے۔ آپ کسی وقت بھی جا سکتے ہیں اور جانے کا مقصد مرحومین کے لیے دعائے مغفرت اور اپنے لیے عبرت حاصل کرنا ہے۔ بعض اوقات تو اپنے لیے عبرت اور یاددہانی کا پہلو زیادہ ہوتا ہے۔ آپ اندازہ کریں جب کسی کا انتقال ہوتا ہے تو ہم یہ جملہ ادا کرتے ہیں: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس کا ترجمہ ہے کہ بے شک ہم بھی اللہ کے ہیں اور ہمیں لوٹ کر بھی اللہ کی طرف جانا ہے۔ گویا جانے والا مجھے اور آپ کو الارم دے کر جا رہا ہے کہ تم بھی پیچھے آؤ گے۔ اسی طرح مغفرت کی دعا ہم پڑھتے ہیں:

((اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا))

مرتب: ابوابراہیم

اس میں بھی پہلے اپنے لیے دعا مانگی جا رہی ہے کہ اے اللہ! ہمارے زندوں کی مغفرت فرما اور اس کے بعد مردوں کے لیے مغفرت کی دعا مانگی جا رہی ہے۔ اسی طرح قبرستان میں جا کر سب سے پہلے یہ دعا پڑھتے ہیں:

((اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ))

’’اے قبر والو تم پر سلام ہو۔ اللہ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے۔‘‘

یہاں بھی مغفرت کی دعا اپنے لیے پہلے اور مرنے والوں کے لیے بعد میں ہے۔ گویا ہر جانے والا مجھے اور آپ کو یاددہانی کرا کر جا رہا ہے۔ لیکن کیا اس کے باوجود ہم موت کے لیے تیار ہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے ساتھ ہمارے معاملات ٹھیک ہیں، ہمارے ذمے جو قرض ہے اس کی ادائیگی کا بندوبست ہم نے کر دیا ہے؟ ہمارے ذمے جو وراثت کے متعلق احکامات ہیں، ان پر عمل کر لیا ہے؟ اگر ماں باپ کا دل دکھائے بیٹھے ہیں، پڑوسی کے ساتھ ظلم کیے بیٹھے ہیں، رشتہ داروں کے ساتھ قطع تعلق کیے بیٹھے ہیں، کسی کا مال، جائیداد خدانخواستہ ہڑپ کیے بیٹھے ہیں، کسی کے ساتھ ظلم و زیادتی کیے بیٹھے ہیں تو اس کا ازالہ کرنے کی بھی کوشش کی ہے؟ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اس دن کے آنے سے پہلے اپنے معاملات حل کر لو کہ جب درہم و دینار کام نہ آئیں گے۔ وہاں صرف اعمال پر فیصلے ہوں گے۔ جامع ترمذی میں حقوق العباد کے حوالے سے ایک بڑی سخت حدیث موجود ہے۔ روز محشر ایک شخص آئے گا جس نے بہت عبادت کی ہوگی مگر لوگ کھڑے ہو جائیں گے کہ اس نے ہمارے ساتھ ظلم کیا، کوئی کہے گا میرا مال ہڑپ کیا، کوئی کہے گا غیبت کی، کوئی کہے گا تہمت لگائی۔ اللہ حکم دے گا کہ اس کی نیکیاں ان سب لوگوں میں بانٹ دو یہاں تک کہ اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی مگر کئی حقدار ابھی بھی کھڑے ہوں گے۔ اللہ فرمائے گا اب ان لوگوں کے گناہ اس کے اعمال نامے میں لکھ دو اور اس کو جہنم میں ڈال دو۔ حدیث کے آغاز میں رسول ﷺ کا سوال یہ تھا: کیا تمہیں پتا ہے کہ مفلس کسے کہا جاتا ہے؟ صحابہ ؓ نے کہا کہ ہمارے نزدیک مفلس وہ ہے جس کے پاس درہم و دینار نہ ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! بلکہ اس امت کا مفلس وہ ہے کہ جس کے پاس نیکیوں کے ڈھیر ہوں مگر بندوں کے حقوق ادا نہ کیے ہوں۔ لہٰذا یاد رہنا چاہیے کہ روز محشر ہر چیز کے بارے میں سوال ہوگا۔ فرمایا:

﴿ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ یَوْمَىِٕذٍ عَنِ النَّعِیْمِ ۸﴾

’’پھر اُس دن تم سے ضرور پوچھا جائے گا نعمتوں کے بارے میں۔‘‘ (التکاثر)

یہ سوال نعمتوں کے بارے میں بھی ہوگا، بندوں کے حقوق کے بارے میں بھی، رب کے کلام کے بارے میں بھی،

رب کے دین کے بارے میں بھی ہونا ہے اور اُمتی کی حیثیت سے ہماری ذمہ داری کے حوالے سے بھی ہونا ہے۔ ذرا سوچئے! ہم محمد مصطفیٰ ﷺ کے اُمتی ہیں۔ آپ ﷺ نے یہ قرآن میرے اور آپ سب کے حوالے کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں جا رہا ہوں مگر تمہیں اللہ کی کتاب دیے جا رہا ہوں، اسے تھامو گے تو نہ کبھی ہلاک ہو گے نہ کبھی گمراہ ہو گے۔ آج دنیا جہاں کی تعلیم ہمارے پاس ہے لیکن اللہ کے اس کلام کے ساتھ ہمارا تعلق کیسا ہے؟ ہمارے بچوں نے جرمن زبان سیکھنی شروع کر دی، چائنیز اور کورین زبانیں سیکھنی شروع کر دیں۔ کیا قرآن کی زبان سیکھنے کے لیے بھی ہم نے توجہ دی؟ یہاں مسجد جامع القرآن میں برسوں سے قرآن حکیم کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے۔ قرآن اکیڈمیز اور تنظیم کے مراکز میں سمر کورسز، رجوع الی القرآن کورسز کی طرف مستقلاً توجہ دلائی جا رہی ہے۔ کتنے لوگ توجہ دے رہے ہیں؟

ختم نبوت کے بعد حضور ﷺ کے مشن کا بوجھ اس اُمت کے کندھوں پر ہے۔ کیا یہ عظیم ذمہ داری ہم ادا کر رہے ہیں؟ ان سب چیزوں کے بارے میں روزِ محشر سوال ہونا ہے۔ یہ سب چیزیں انسان بھول جاتا ہے جن کی یاددہانی کے لیے تذکیر ضروری ہے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جب کسی قبر کے قریب سے گزرتے تو زار و قطار روتے تھے۔ لوگوں نے عرض کی: آپؓ کے سامنے جنت، جہنم اور دیگر امور کا ذکر آتا ہے تو یہ کیفیت نہیں ہوتی، قبر کو دیکھ کر کیوں یہ کیفیت ہوتی ہے۔ فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آخرت کے مراحل میں سے پہلا مرحلہ قبر کا ہے جو ادھر کامیاب ہوگا وہ آگے بھی کامیاب ہوگا، جو ادھر ناکام ہوگا وہ آگے بھی ناکام ہو جائے گا۔ کبھی تنہائی میں بیٹھ کر جائزہ لینا چاہیے کہ ہم نے آگے کیا بھیجا ہے۔ جیسے قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ج﴾ ”اے اہل ایمان! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور ہر جان کو دیکھتے رہنا چاہیے کہ اُس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے!“

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قول معروف ہے: (حاسبوا انفسکم قبل ان تحاسبوا) ”اپنا محاسبہ خود کر لو اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے۔“

ہم میں سے اکثر لوگ اپنی اپنی بیلنس شیٹ کو دیکھتے ہیں، اپنی انکم اسٹیٹمنٹ کو دیکھتے ہیں، بچوں کے رزلٹ بھی توجہ سے دیکھتے ہیں۔ کیا ہم اپنے اعمال کی شیٹ بھی چیک کرتے ہیں جس کی بنیاد پر آخرت میں ہمارا فیصلہ ہونا ہے؟ اللہ تعالیٰ ہمیں موت کا یقین عطا فرمائے، اسلام پر زندہ رکھے اور ایمان پر خاتمہ فرمائے۔ آمین!

اولاد کی تربیت

قرآن حکیم تو ہمیں حکم دیتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾ ”اے اہل ایمان! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اُس آگ سے“ (التحریم:6)

یہاں ذرا گرمی ہو جائے، بجلی چلی جائے، جنریٹر بند ہو جائے تو ہم اولاد کے لیے کتنا تڑپتے ہیں۔ غور کیجیے جہنم کی گرمی اور آگ دنیا کی آگ سے 69 گناہ زیادہ شدید ہے۔ اصل فکر اور جدوجہد اس آگ سے بچنے کے لیے ہونی چاہیے۔ یہ غلط تصور ہے کہ کچھ دن کی سزا بھگتیں گے، اس کے بعد جنت ہماری ہے۔ یہاں چولہے کی آگ میں تم بچے کی اُنگلی برداشت نہیں کر سکتے، اللہ کے عذاب اور جہنم کی آگ کو برداشت کرنے کا حوصلہ کیسے ہوگا؟ پھر قرآن کریم فرماتا ہے:

﴿قُلْ إِنَّ الْخَاسِرِينَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَأَهْلِيهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ط﴾ ”آپؐ کہہ دیجیے کہ اصل میں خسارے میں رہنے والے وہی لوگ ہوں گے

پریس ریلیز 12 جولائی 2024ء

قادیانی مبارک ثانی کیس کے محفوظ فیصلہ کو جلد از جلد قرآن و سنت اور آئین و قانون کے مطابق سنایا جائے

شجاع الدین شیخ

قادیانی مبارک ثانی کیس کے محفوظ فیصلہ کو جلد از جلد قرآن و سنت اور آئین و قانون کے مطابق سنایا جائے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ قادیانی مبارک ثانی کے حوالے سے سپریم کورٹ کے متنازع فیصلہ کے خلاف ریویو پٹیشن کی سماعت مکمل ہو چکی ہے۔ اب مملکتِ خداداد پاکستان کی سپریم کورٹ کے تین رکنی بینچ پر لازم ہے کہ وہ تمام حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے اور قرآن اکیڈمی لاہور سمیت متعدد معروف دینی اداروں جن سے سپریم کورٹ نے خود رائے طلب کی تھی اور دیگر ثقہ مذہبی اکابرین اور ممتاز قانون دانوں کی جانب سے دی گئی شرعی اور قانونی رائے اور رہنمائی کی روشنی میں جلد از جلد اپنے سابقہ فیصلہ میں کیے گئے سہو سے رجوع کرے تاکہ عوام کی بے چینی اور اضطرابی کیفیت ختم ہو سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ 50 برس قبل 7 ستمبر 1974ء کو پاکستان کی قانون ساز اسمبلی نے نبوت کے جھوٹے دعوے دار اور اُس کے پیروکاروں کے حوالے سے دینی تعلیمات اور اجماع اُمت کے مطابق قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا تھا۔ پھر یہ کہ قادیانیوں کو خود کو مسلمان کہلانے اور شعائر اسلام کے استعمال سے روکنے کے لیے 1984ء میں حکومتِ پاکستان نے امتناعِ قادیانیت آرڈیننس جاری کیا، جس کی رو سے قادیانی اپنے مذہب کے لیے اسلامی شعائر اور اصطلاحات استعمال نہیں کر سکتے۔ اسی سلسلہ میں تعزیراتِ پاکستان میں دفعات 295بی اور 298بی اور سی کو شامل کیا گیا اور بعد ازاں قرآن پاک میں لفظی اور معنوی تحریف کی روک تھام کے لیے قانون سازی کی گئی۔ انہی قوانین کی خلاف ورزی پر قادیانی مبارک ثانی کے خلاف مقدمہ چل رہا تھا۔ اُنہوں نے کہا کہ حکومت اور تمام ریاستی اداروں کا فرض ہے کہ وہ قادیانیوں سے متعلق آئین اور قانون کے تمام مندرجات پر اُن کی اصل روح کے مطابق عمل درآمد کریں۔ اُنہوں نے اتحاد ملت اسلامیہ کے تحت منعقد ہونے والی آل پارٹیز کانفرنس کے مشترکہ اعلامیہ کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کے غیور مسلمان عقیدۂ ختم نبوت پر مستعدی سے پہرا دیں گے اور اس اہم ترین دینی ستون کے تحفظ کے لیے ملک بھر کی دینی جماعتیں، علماء کرام اور وکلاء سمیت عوام الناس متحد ہیں۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

جنہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو خسارے میں ڈالا قیامت کے دن۔'' (الزمر:15)

دنیا میں چند لاکھ یا چند کروڑ ڈالرز کا نقصان ہو جائے تو اس کا ازالہ ممکن ہے لیکن آخرت کا مسئلہ بہت بڑا ہے۔ وہاں کا خسارہ بہت بڑا خسارہ ہے۔ اس خسارے سے اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو بچایئے۔ آج دجالی فتنوں کا طوفان ہے، مصروفیات اتنی بڑھ گئی ہیں، کیا آج بچوں پر کوئی توجہ ہے کہ وہ کیا کر رہے ہیں؟ کیا اپنی اولاد کے ساتھ ہمارا ذاتی تعلق مضبوط ہے؟ ہمارے گھر میں اللہ کی کتاب، اللہ کا دین بھی ترجیحات میں شامل ہیں یا نہیں۔

اگر ہم اپنی اولاد کو مناسب وقت نہیں دیں گے، ان کی تربیت پر توجہ نہیں دیں گے تو دجالی فتنے ان کا سارا وقت لینے کے لیے موجود ہیں اور ان کی آخرت برباد کرنے کے لیے بہت کچھ ان کے ہاتھ میں آچکا ہے۔ آج سوشل میڈیا کی وجہ سے ہمارے بچوں کے عقیدے، افکار اور نظریات کس حد تک بگاڑ دیے گئے ہیں کہ خدا پر سوال اٹھا رہے ہیں، والدین کے حقوق پر سوال اُٹھا رہے ہیں۔ یہ وحی کی تعلیم سے دوری کا نتیجہ ہے۔ ذرا اُن نومسلموں پر بھی غور کیجیے کہ وہ وحی کی تعلیم کو کتنی اہمیت دے رہے ہیں۔ ہمیں ماں کی گود میں کلمہ مل گیا۔ اس لیے کلمہ کی اہمیت کا اندازہ نہیں ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ کرنا ہے تو نومسلموں کے خیالات معلوم کیجیے۔ ایک نومسلم رو رو کر اپنے بیٹوں سے کہہ رہا تھا: بیٹا! مجھے اس بات کی فکر نہیں ہے کہ تو تھوڑا کما رہا ہے یا زیادہ، مجھے تو فکر اس بات کی ہے کہ تو جہنم کی آگ کا نوالہ نہ بن جائے۔ ذرا سوچیے! کیا ہمیں بھی اپنے اولاد کی اتنی فکر ہے؟ ہم تنہائی میں بیٹھ کر سوچیں کہ ہم دن میں کتنی مرتبہ اپنے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور کتنی مرتبہ اپنی اولاد کے لیے کرتے ہیں۔ اس سے پتا چل جائے گا کہ ہم لوگ جہنم کے بارے میں سنجیدہ ہیں یا نہیں؟ بچے کی انگلش کمزور ہو، میتھ میں نمبرز کم آجائیں تو فکر ہوتی ہے۔ بچے کی نماز ضائع ہو رہی ہو، اس کا قرآن بند ہو، خدانخواستہ اس کی اقدار کا بیڑا غرق ہو رہا ہو، وہ دجالی فتنے کی طرف، شیطانی حملوں کی طرف جا رہا ہو اس پر بھی ہمیں کوئی پریشانی لاحق ہوتی ہے؟ محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرماتے تھے کہ اگر کسی کی دینداری کا اندازہ لگانا ہو تو دیکھو کہ اس نے اپنی اولاد کو کہاں لگا رکھا ہے؟ یہ بہت سخت اور کڑوی بات ہے مگر اپنا محاسبہ کرنے کے لیے ضروری ہے۔ دنیا میں آپ اچھی سے اچھی کالونی میں، ایونیو میں، بزنس میں انوسٹمنٹ کیجیے آپ کو اس کا منافع ملے گا لیکن زمین کے نیچے چلے گئے تو دو ٹکے کا فائدہ بھی اس کا نہیں ملے گا۔ لہٰذا اصل انوسٹمنٹ وہ ہے جو آپ آخرت کے لیے کر رہے ہیں۔ اگر پیچھے نیک اولاد چھوڑ کر جا رہے ہیں تو وہ آپ کا اصل اثاثہ ہے۔ وہی اولاد صدقہ جاریہ بن جائے گی۔ بصورت دیگر عذاب کا باعث بھی بن سکتی ہے۔ پھر یہ کہ اولاد کی دینی تربیت اولاد کا حق بھی ہے۔ روز قیامت اس کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ((کُلُّکُمْ رَاعٍ، وَکُلُّکُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِیَّتِهٖ)) ''تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور اس کی رعیت میں جو لوگ ہیں ان کے بارے میں اس سے سوال ہوگا۔'' باپ ہے تو اولاد کے بارے میں سوال ہوگا، شوہر ہے تو بیوی کے بارے میں سوال ہوگا، مالک ہے تو نوکر کے بارے میں سوال ہوگا۔ اگر حکمران ہے تو رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔ ہم کبھی اس پر بھی غور کریں کہ ہم نے اپنی اولاد کو کہاں لگا رکھا ہے؟ بچوں کو دینی تعلیم دینا تاکہ اس کی آخرت سنور جائے، بچوں کا حق ہے۔ کیا ہم یہ حق ادا کر رہے ہیں؟ میں نے اپنی آخرت کو سنوارنے کے لیے کسی دینی تحریک میں حصہ لے لیا لیکن اپنی اولاد کو صرف دنیا کمانے میں لگا دیا، حساب کون دے گا؟ اللہ تعالیٰ ہمارے گھرانوں کو جنتی گھرانے بنائے۔ جیسے کہ قرآن فرماتا ہے:

''اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور اُن کی اولاد نے بھی ان کی پیروی کی ایمان کے ساتھ' ہم ملا دیں گے ان کے ساتھ ان کی اس اولاد کو اور ہم اُن کے عمل میں سے کوئی کمی نہیں کریں گے۔'' (طور 21)

اس آیت کا حاصل تمام مفسرین نے یہ بتایا ہے کہ اگر ایک گھر کے افراد مختلف درجات پر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ نیچے والوں کا درجہ بلند کر کے اوپر والوں سے ملا دے گا اور ان کے عمل میں کمی نہیں کی جائے گی۔ اللہ یہ جنتی گھرانے ہم سب کو عطا فرمائے۔ آمین!

بجٹ 2024ء

وفاقی اور صوبائی بجٹ آگئے ہیں۔ اس پر اور کیا تبصرہ کیا جائے کہ ہم سب مل کر یہ بھگت رہے ہیں۔ پچھلے بجٹ کا بھی 64 فیصد ہم نے سودی قرضوں اور سود کی ادائیگی پر خرچ کیا ہے۔ آپ سوچیے کہ قوم کے لیے باقی کیا بچا۔ قوم کا سارا پیسہ سود کی مد میں جا رہا ہے اور سود کی یہ نحوست مسلسل اور متواتر ہمیں تباہی اور بربادی کی طرف لے جا رہی ہے۔ اس کے باوجود ہمارے حکمران، عدلیہ اور مقتدر ادارے سود کی لعنت کو ختم کرنے کے لیے سنجیدہ نہیں ہیں۔ دعوے تو ہمارے یہ ہیں کہ قانون کے خلاف جو کچھ بھی ہوگا اس کو ہم اُڑا کر رکھ دیں گے (چیف جسٹس کا بیان)۔ جبکہ حالت یہ ہے کہ آئین کے آرٹیکل F-38 میں لکھا ہوا ہے کہ حکومت جلد از جلد سود کے خاتمے کا انتظام کرے گی لیکن نہ عدلیہ سودی نظام کو ختم کرنے کے لیے سنجیدہ ہے اور نہ حکومت۔ آئین اور قانون سے بڑھ کر اللہ کی حدود ہیں۔ کیا حدود اللہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے کہ اللہ کے ساتھ ٹکر لیے بیٹھے ہیں۔ مصیبتیں تو آنی ہی ہیں۔ اللہ کو چھوڑ کر جب امریکہ اور IMF کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں گے تو کیا ہمارے حالات سدھر جائیں گے؟ حضرت امیر معاویہ ؓ نے حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کو لکھا کہ کچھ وصیت کیجیے۔ حضرت عائشہ ؓ نے رسول ﷺ کا قول لکھ کر بھیجا کہ جو مخلوق سے توقع ہٹا کر اللہ پر توکل کرے اس کے لیے اللہ کافی ہو جائے گا اور جو اللہ کو چھوڑ کر مخلوق سے توقعات رکھے گا اللہ اس کو فراموش کر کے اسے مخلوق کے حوالے کر دے گا اور یہ در در کی ٹھوکریں کھائے گا۔ آج ہم بحیثیت قوم اسی طرح در در کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ ہمارے وزیر اعظم صاحب فرما رہے ہیں کہ ہم IMF کی ہدایت کے مطابق بجٹ بنا رہے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ معیشت کا بیڑا غرق ہو چکا ہے۔ ایکسپورٹرز بھی پریشان ہیں۔ بجلی اور تیل کی قیمتیں اتنی زیادہ بڑھا دی گئی ہیں کہ فیکٹریاں اور کارخانے بند ہو رہے ہیں، کچھ بنے گا تو ایکسپورٹ بڑھے گی۔ جبکہ اس قدر مہنگائی میں یہاں کچھ بھی کرنا آسان نہیں ہے۔ جتنا بجلی کا بل آتا ہے اس کا ایک تہائی اصل ہوتا ہے جبکہ دو تہائی ٹیکس ہوتے ہیں۔ سب سے زیادہ بوجھ اسی غریب طبقے پر ڈال دیا گیا ہے جو پہلے ہی پسا ہوا تھا جبکہ اشرافیہ کے لیے بجلی، پٹرول، گیس سب کچھ مفت ہے اور پھر قومی خزانے سے ان کو کروڑوں کی مراعات اس کے علاوہ دی جا رہی ہیں۔ ایک ایک ریٹائرڈ جج کی پنشن دس دس لاکھ روپے ہے اور اس طبقہ اشرافیہ پر ٹیکس بھی کوئی نہیں ہے۔ اس سے بھی ان کا پیٹ نہیں بھرتا تو اربوں کھربوں روپے قوم کے لوٹ کر باہر لے جا کر جزیرے اور جائیدادیں خریدی جا رہی ہیں، آف شور کمپنیاں بن رہی ہیں۔ یہ سارا پیسہ ان لوگوں کے پاس کہاں سے آرہا ہے۔ کوئی پوچھنے والا نہیں ہے، کوئی ان سے پیسہ واپس لینے والا نہیں ہے، عدل کے ٹھیکیدار بڑی بڑی باتیں کرتے ہیں، لاکھوں کروڑوں کی مراعات لے رہے ہیں لیکن عملی طور پر نتیجہ صفر

ہے۔ اگر عدل کے اتنے ہی نام لیوا ہیں تو کوئی جج کھڑا ہو کر کہہ دے کہ آج قوم مصیبت میں ہے، غربت اور تنگ دستی میں ہے، میں اپنی تنخواہ میں سے پانچ لاکھ کم لوں گا۔ کوئی جنرل کھڑا ہو کر کہہ دے، خدا کی قسم میں اس کو سلوٹ کروں گا۔ ایک مثال بھی ایسی نہیں ہے۔

مسئلے کی اصل جڑ یہ ہے کہ یہ انگریز کا بنایا ہوا فرسودہ نظام ہے اور اس کو چلانے والے بھی انگریزوں کے اشاروں پر چلنے والے ہیں، ان سے عوام کو کچھ خیر مل سکتی ہے اور نہ یہ عوام کو کچھ فائدہ دے سکتے ہیں۔ حل صرف یہ ہے کہ جس مقصد کے لیے پاکستان بنایا گیا تھا اس مقصد کو پورا کیا جائے۔ پاکستان کو حقیقی معنوں میں اسلامی فلاحی ریاست بنایا جائے۔ ہم نے یہ ملک اس لیے حاصل نہیں کیا تھا کہ یہاں امریکہ اور IMF کا حکم چلے گا بلکہ اس لیے لیا تھا کہ یہاں اللہ کے حکم کی بالادستی ہوگی، قرآن وسنت کا نفاذ ہوگا۔ تحریک پاکستان کا مقبول نعرہ تھا پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ۔ لیکن ہم نے اللہ سے اور اللہ کے دین سے بے وفائی کی، اس کا نتیجہ آج ساری قوم بھگت رہی ہے۔ جب تک ہم اجتماعی توبہ نہیں کریں گے اور اپنی اصل کی طرف نہیں لوٹیں گے ہمارے قدم تباہی کی طرف بڑھتے ہی چلے جائیں گے۔ لیکن دنیا کی تباہی سے کہیں بڑی آخرت کی تباہی ہے۔ مرنا سب نے ہے، عام آدمی نے بھی مرنا ہے، حکمرانوں نے بھی، ججوں اور جرنیلوں نے بھی مرنا ہے۔ اگر ہم سب لوگ آخرت کو مدنظر رکھ کر زندگی گزاریں اور موت کو یاد رکھیں تو ہمارے سارے معاملات سدھر جائیں گے۔ موت کو اور آخرت کو فراموش کرنے کا نتیجہ ہے کہ آج بھائی بھائی کا گلا کاٹ رہا ہے، ہر طرف چھینا جھپٹی ہے، نیچے سے لے کر اوپر تک سب لوٹ کھسوٹ میں لگے ہوئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اگر ہم گلے کاٹتے ہیں تو یتیموں کو کھانا بھی کھلاتے ہیں، دو بیواؤں کی کفالت بھی کرتے ہیں۔ بھئی گلے کاٹنا چھوڑ دو کفالت ویسے ہی ہو جائے گی۔ قوم کو لوٹنا چھوڑ دو تو مسجدیں آباد ہو جائیں گی۔ رمضان شریف میں دیکھنے میں آتا ہے کہ دن میں لوٹتے رہو اور شام میں دسترخوان بچھا کر پانچ لوگوں کو حرام سے افطار کرا دو۔ بجائے اس کے حرام کمانا چھوڑ دو تو ایسے دسترخوانوں کی حاجت ہی نہیں رہے گی۔ عدل کو ہم نے چھوڑا تو آج پورا معاشرہ تباہ ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حکمرانوں کو بھی ہدایت دے اور ہم سب کو بھی ہدایت دے اور دین پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

❁❁❁

تبصرہ کتاب

کتابچہ:

فریضۂ اقامت دین: اسلاف کی آراء وتعامل

ترتیب وتدوین: عبدالسلام عمر، ناظم تربیت، تنظیم اسلامی حلقہ بلوچستان

کچھ عرصے سے ہمارے بعض نام نہاد دانشور بڑے زور وشور کے ساتھ یہ علمی مغالطہ پیش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ ”غلبۂ/اقامت دین کی جدوجہد“ اور سیاست میں اسلام کا عمل دخل جدید مسلم مفکرین کے ذہن کی اپنی اختراع ہے۔ کچھ کا خیال ہے کہ بیسویں صدی کے آغاز میں جب سوشلزم، کمیونزم اور کیپٹلزم جیسے نظریات کا زور وشور تھا، تو ہمارے کچھ مسلمان مفکرین نے ردعمل کے طور پر اسلام کو بھی ایک ”ازم“ کی نظر سے دیکھا اور روس میں سوشلسٹ انقلاب کامیاب ہوتے دیکھ کر انہوں نے سوچا کہ ”اسلام ازم“ بھی اس طرح غالب ہو سکتا ہے۔ جبکہ کچھ دوسرے دانشور حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ یہ فکر عالم اسلام پر یورپی اقوام کی یورش اور نوآبادیاتی غلبہ کے ردعمل کے طور پر پروان چڑھی اور انیسویں صدی میں مسلم دنیا کے عالمی سیاسی زوال کے بعد یہ ”رومانوی“ اسلامی انقلابی فکر پیدا ہوئی کہ اسلام بھی ایک مکمل نظام حیات ہے اور اپنی فطرت کے اعتبار سے یہ بھی اپنا غلبہ چاہتا ہے جبکہ یہ تصور ہمارے اسلاف کے ہاں نہیں پایا جاتا تھا چنانچہ اپنی اصل کے اعتبار سے یہ ایک بدعت اور اسلام کو غلط رنگ میں پیش کرنا ہے۔ دور حاضر میں مغربی اقوام کی مسلمانوں پر یورش، ان کا مسلمانوں پر ظلم وستم، اسلامی تحریکات میں تشدد اور ہیجانیت کا رجحان، مسلح جدوجہد اور دہشت گرد کارروائیاں دراصل اسی گمراہ کن فکر کا نتیجہ ہیں۔ اگر اس بیانیہ کو ختم کر دیا جائے تو یورپی اقوام بھی مسلمانوں پر ظلم وستم کرنا چھوڑ دیں گی اور دنیا میں امن قائم ہو جائے گا۔

ان دانشور حضرات کے نزدیک اسلام تو صرف انسانیت کی بھلائی اور خیر کے کام کرنا ہے۔ صوفیاء کی طرح خانقاہوں میں بیٹھ کر لوگوں کو اخلاق کی تعلیم دینا ہے۔

اس پس منظر میں برادرم عبدالسلام عمر (ایم فل اسلامیات)، جو تنظیم اسلامی حلقہ بلوچستان کے ناظم تربیت ہیں، نے مندرجہ بالا دانشور حضرات کی اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے یہ مقالہ تحریر کیا ہے جس میں ہمارے جلیل القدر متقدمین ومتاخرین علماء کی آراء کو پوری وضاحت کے ساتھ پیش کیا ہے کہ اقامت دین کا تصور کوئی نئی فکر نہیں ہے بلکہ ہمارے قدیم وجدید علماء بھی اس کے قائل رہے ہیں۔ اس بات میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی بعثت کا مقصد غلبہ دین کے لیے جدوجہد کرنا تھا۔ اس جدوجہد کے نتیجے میں آپ ﷺ نے جزیرۃ العرب پر دین کو نافذ اور غالب کر دیا تھا لیکن چونکہ رسالت محمدی ﷺ پوری نوع انسانی کے لیے ہے، لہٰذا پورے کرۂ ارضی پر یہ دین لازماً غالب اور قائم ہو کر رہے گا۔ اسی بات کو قرآن مجید کے اشارات میں اور احادیث نبویہ ﷺ میں صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ مزید برآں نبی اکرم ﷺ نے خطبۂ حجۃ الوداع کے موقع پر یہ ذمہ داری امت مسلمہ کے کاندھوں پر ڈالی ہے۔ اس لیے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ غلبۂ دین کی جدوجہد امت مسلمہ پر فرض ہے اور یہی اس کی تشکیل کا اصل مقصد بھی ہے۔ رفقاء واحباب سے گزارش ہے کہ اس کتاب کا بغور مطالعہ کریں۔ یہ کتاب نہ صرف ان کے ”غلبۂ دین کے لیے جدوجہد“ کے تصور کو مزید اجاگر کرے گی بلکہ ذہنی وقلبی یکسوئی اور طمانیت کا باعث بھی بنے گی۔ اس کے علاوہ ہمارے جو ساتھی یوٹیوب اور سوشل میڈیا پر باطل نظریات کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو جاتے ہیں، ان کی تسلی وتشفی بھی کی جا سکے گی۔

اللہ تعالیٰ عبدالسلام عمر کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور اسے اُن کے لیے توشۂ آخرت بنائے۔ آمین یارب العالمین!

ضرورت اس امر کی ہے کہ جس مقصد کے لیے ملک بنایا گیا تھا اس کی طرف بڑھا جائے ورنہ ایسا انتشار پیدا ہو سکتا ہے جو ملک کو خانہ جنگی کی طرف لے جائے گا: رضاء الحق

پاکستان پر مسلط اشرافیہ نے وہ حالات پیدا کر دیے ہیں جو انقلاب سے پہلے پیدا ہوتے ہیں۔ اب عوام کے پاس انقلاب کے سوا کوئی راستہ نہیں بچا: ڈاکٹر حسن صدیق

پاکستان کا اشرافیہ نواز بجٹ اور مظلوم عوام کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: 2024 کا بجٹ یکم جولائی سے نافذ العمل ہو چکا ہے۔ بعض اقتصادی ماہرین کے نزدیک یہ اشرافیہ کا بجٹ ہے آپ کے پاس بجٹ کے حوالے سے کیا تفصیلات ہیں؟

ڈاکٹر حسن صدیق: اگر ہم پاکستان کی تاریخ کا جائزہ لیں تو ہمیشہ بیرونی ڈکٹیشن پر ہی بجٹ بنتا ہے۔ نوآبادیاتی نظام کے بعد جب ہم آزاد ہوئے تو وہ آزادی برائے نام تھی۔ معیشت سمیت ہمارے پورے نظام کو چلانے والے ہاتھ ہمیشہ بیرونی طاقتوں کے اشاروں پر چلتے رہے ہیں۔ حالیہ بجٹ کے حوالے سے بھی ہمارے وزیراعظم اور وزیر خزانہ نے واشگاف الفاظ میں کہا ہے کہ یہ بجٹ ہم نے IMF کے ساتھ مل کر بنایا ہے۔ اس بجٹ میں عام آدمی کے لیے ریلیف نہیں ہے۔ اس بجٹ میں سب سے زیادہ بوجھ بھی اسی آدمی پر ڈال دیا گیا ہے جس کا چولہا پہلے ہی نہیں جل رہا تھا اور جو سب سے کمزور آدمی تھا۔ تنخواہ دار طبقہ پر بہت زیادہ ٹیکس بڑھا دیے گئے ہیں۔ تقریباً 17 سو ارب روپے کے اضافی ٹیکس لگے ہیں۔ جبکہ جب بجٹ پیش ہوا تھا تو 15 سو ارب روپے کے اضافی ٹیکس تجویز ہوئے تھے۔ دوسری طرف چند دن پہلے ہی خبر آئی ہے کہ لاہور میں G.O.R کے میس کی آرائش پر سوا ارب روپے لگ رہے ہیں۔ اسی طرح لاہور میں ہی ایک نیا G.O.R بن رہا ہے جس پر تقریباً 29 ارب روپے خرچ ہوں گے۔ ہماری معیشت میں سب سے بڑا رول زراعت کا ہے اور زرعی پیداوار پر کوئی ٹیکس نہیں لگایا جاتا کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ جاگیردار خود اسمبلیوں میں بیٹھے ہیں۔ UN کے 15 ترقیاتی اہداف کے تحت صرف قومی اسمبلی کے ممبران کے لیے 70 ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن کا براہ راست فائدہ عوام کو نہیں ہے۔ حالانکہ عام آدمی کے لیے ریلیف کی گنجائش کئی حوالوں سے نکل سکتی تھی۔ IMF کا تو یہ کہنا تھا کہ آپ نے اپنا کرنٹ اکاؤنٹ خسارہ پورا کرنا ہے، تجارتی خسارہ کم کرنا ہے، اپنی سرکاری ملکیت کی کمپنیوں کو پرائیویٹائز کرنا ہے وغیرہ۔ لیکن ہمارے حکمران سارا بوجھ غریب عوام پر ڈال دیتے ہیں۔ لہٰذا ماہرین یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ تاریخ کا بدترین بجٹ ہے۔ حتیٰ کہ حکومت کے اتحادی خود بھی یہی کہہ رہے ہیں۔ سینٹ نے بہت سی سفارشات پیش کی تھیں ان میں سے بھی بہت کم پر عمل کیا گیا ہے۔

مرتب: محمد رفیق چودھری

سوال: وزیر خزانہ فرما رہے ہیں کہ ہم بہت جلد IMF کے ساتھ ایک طویل مدتی معاہدہ کرنے جا رہے ہیں۔ جس ملک کا 50 فیصد سے زیادہ بجٹ سود کی ادائیگی پر خرچ ہوتا ہو اس کا IMF کے ساتھ طویل مدتی معاہدہ کیسا عمل ہے؟

رضاء الحق: IMF، ورلڈ بینک اور اس طرح کے دیگر عالمی مالیاتی اداروں کی تاریخ دیکھیں تو وہ مغربی استعمار کو تقویت دینے کے لیے ہی بنے ہیں۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکہ ایک نئی عالمی قوت کے طور پر اُبھرا تو اس کو تقویت دینے کے لیے یہ ادارے قائم کیے گئے اور اس کے بعد سے یہ ادارے امریکہ کے دست و بازو بنے ہوئے ہیں۔ دوسری طرف اس نے یہ کوشش کی کہ پوری دنیا کی معیشت کو اپنے شکنجے میں کس لیا جائے۔ اس کا بہترین طریقہ ملکوں کو سودی قرضوں میں پھنسانا تھا۔ جان پرکنز نے IMF میں ڈائریکٹر کے لیول تک خدمات سرانجام دی ہیں۔ اس نے اپنی معرکۃ الآرا تصنیف "Confessions of an Economic Hit Man" میں ذکر کیا ہے کہ کس طرح وفود کو ٹاسک دے کر مخصوص ممالک میں بھیجا جاتا تھا کہ وہ ان کو آمادہ کریں کہ آپ اپنے ممالک میں بڑی بڑی شاہراہیں بنائیں، ایئرپورٹس بنائیں، بڑے بڑے انفراسٹرکچر پراجیکٹس بنائیں تاکہ آپ ترقی یافتہ ممالک کے مدمقابل بن سکیں۔ اس کے لیے وہ سودی قرضے آفر کرتے تھے اور اس طرح بعض مخصوص افریقی اور ایشائی ممالک کو اپنے معاشی شکنجے میں پھنسایا گیا۔ اس وقت صورتحال یہ ہے کہ پاکستان اس جال میں پھنس کر بدترین معاشی بدحالی کا شکار ہو چکا ہے۔ سری لنکا کے بعد دوسرا سب سے خطرناک قرضہ پاکستان پر ہے۔ اس کی کچھ بنیادی وجوہات ہیں۔ مثلاً ایک تو جو قرضہ بمع سود ہم نے اگلے چند سالوں میں ادا کرنا ہے وہ بہت بڑی رقم ہے۔ ایک تخمینے کے مطابق جون 2026ء تک ہم نے 75 بلین ڈالرز کا قرضہ واپس کرنا ہے۔ آپ اندازہ کریں کہ 18.9 کھرب روپے کا بجٹ ہے اور اس میں سے 9.8 کھرب روپے (یعنی 54 فیصد) سود کی ادائیگی پر خرچ ہوگا۔ پھر یہ خسارہ پورا کرنے کے لیے آپ کو بینکوں سے تقریباً 5.2 کھرب روپے لینے پڑیں گے۔ یعنی ہم سودی قرضوں کے جال میں مزید پھنستے چلے جا رہے ہیں۔ حکومتی آمدن کا 65 فیصد صرف قرضوں اور سود کی ادائیگی پر خرچ ہو رہا ہے اور یہ دنیا میں بلند ترین سطح ہے۔ جو بھی ملک IMF سے قرضے لیتا ہے تو وہ آخرکار معاشی غلام بن جاتا ہے اور اس کی سیاست، معیشت اور معاشرت میں عالمی قوتوں کی مداخلت شروع ہو جاتی ہے۔ اس وقت ہمارے معاشرتی نظام کو تباہ کرنے کے لیے پاکستان میں سوشل انجینئرنگ کے جتنے بھی پروگرام چل رہے ہیں اس حوالے سے کہیں نہ کہیں IMF کا پریشر موجود ہے کیونکہ IMF امریکہ کا ادارہ ہے۔ یورپ سے ہمارے جو معاہدے ہوتے ہیں ان میں بھی اسی طرح کی

شرائط ہوتی ہیں۔

سوال: ابھی چائنہ نے بھی اپنے مقروض ممالک کی ایک فہرست جاری کی ہے جس کے مطابق 26.6 بلین ڈالرز کے قرض کے ساتھ پاکستان چائنہ کا سب سے بڑا مقروض ملک بن گیا ہے۔ یہ قرضہ بھی پاکستان نے اُتارنا ہے اوراس پر سود بھی دینا ہے۔ یہ قرضہ اورسود کیسے ختم ہوگا؟

رضاء الحق: ممالک میں ہم نے سب سے زیادہ قرضہ چین کا دینا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ چین کے ساتھ مل کر ہم نے جو منصوبے شروع کیے تھے وہ بھی ہماری کوتاہیوں ، نااہلیوں ، کرپشن اور سیاسی عدم استحکام کی وجہ سے اس قدر التوا میں چلے گئے ہیں کہ اب چین بھی ہم سے خائف ہے۔ آپ اندازہ کریں کہ ML-1 کا جو ریلوے کا 6.7 ارب ڈالرز کا منصوبہ تھا اس پر کام شروع کرنے سے بھی چین نے انکار کر دیا ہے۔ کمیونسٹ پارٹی آف چائنہ کے ایک بہت اہم رکن جو یہاں آئے ہوئے تھے انہوں نے بھی یہی کہا کہ پاکستان میں سکیورٹی کے ایشوز ہیں۔ بنیادی طور پر سکیورٹی کے ایشوز تو ہیں ہی لیکن اس سے بھی بڑا ایشو یہ ہے کہ پاکستان کے چائنہ کے ساتھ جو معاہدات ہیں ان کو پاکستان پورا نہیں کر رہا۔ اس کی ایک وجہ IMF کے ذریعے امریکہ کا پریشر بھی ہو سکتا ہے۔ اس پریشر کی وجہ سے حکومتیں بھی بدل جاتی ہیں اور پالیسیاں بھی تبدیل ہو جاتی ہیں ۔شکیل آفریدی جس نے اسامہ بن لادن کو ٹریس کرنے میں CIA کی مدد کی تھی اور اس کے خاندان کا نام ECL میں ڈالا ہوا تھا لیکن اب خبریں آ رہی ہیں کہ ان کا نام بھی ECL سے نکال دیا گیا ہے اور ممکن ہے کہ جلد شکیل آفریدی کو بھی امریکہ بلا لیا جائے گا کیونکہ امریکہ برملا کہہ چکا ہے کہ شکیل آفریدی اس کا اثاثہ ہے۔ ہمارے ذمہ دار اداروں کو سمجھنا چاہیے کہ IMF کا قرضہ کسی بھی صورت میں ملک اور قوم کے مفاد میں نہیں ۔

سوال: حالیہ بجٹ کا جب اعلان ہوا تھا تو اس وقت ٹیکس کم بتائے گئے تھے لیکن جب نافذ ہوا ہے تو ٹیکسوں کی بھر مار سامنے آئی ہے۔ دوسری طرف یہ بھی کہا جاتا ہے کہ پاکستان میں ٹیکس ٹو جی ڈی پی کم ترین سطح پر ہے۔ ان حالات میں اگر ٹیکسز لگ گئے ہیں تو اس پر اتنا واویلا کیوں ہے۔ آپ اس پر کیا کہیں گے؟

ڈاکٹر حسن صدیق: اب ایک عام آدمی کو بھی پتا چل گیا ہے کہ وہ طبقہ جو پہلے ہی ٹیکسوں کے بوجھ تلے دبا ہوا تھا اس پر مزید بوجھ ڈال دیا گیا ہے اور وہ طبقہ جس کو پہلے بھی استثناء حاصل تھا اس کو مزید رعایت دی گئی ہے۔ پاکستان میں ٹیکس ٹو جی ڈی پی کا تناسب 9 فیصد کے قریب ہے۔ جبکہ دنیا میں کئی ممالک ایسے ہیں جن کا یہ تناسب اس سے نصف ہے۔ پاکستان کا 10 فیصد سب سے غریب طبقہ 10 فیصد سب سے امیر طبقہ سے زیادہ ٹیکس دیتا ہے۔ یعنی اس قدر ظلم اور ناانصافی ہے کہ یہاں بالکل ہی الٹا معاملہ چل رہا ہے۔ سب سے بڑی ستم ظریفی یہ ہے کہ ہمارے آدھے سے زیادہ (60%) ٹیکس ان ڈائریکٹ ہیں ۔ جبکہ باقی ملکوں میں ڈائریکٹ ٹیکس زیادہ ہوتا ہے ۔ پھر ہمارے ہاں اس قدر امتیازی سلوک ہے کہ اشرافیہ کے لیے پراپرٹی کی خرید وفروخت پر ٹیکس ختم کر دیا گیا ہے اور سٹاک مارکیٹ میں بھی ان کے منافع پر ٹیکس 20% سے کم کر کے 15% کر دیا گیا ہے۔ ہمارے ٹیکس ریونیو میں انڈسٹری کا حصہ 62 فیصد ہے اور اس کا GDP میں حصہ صرف 20 فیصد ہے۔ زراعت کا جی ڈی پی میں حصہ 22 فیصد ہے جبکہ ٹیکس ریونیو میں اس کا حصہ صرف 7 فیصد ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ 5% جاگیردار 65% زرعی رقبہ

> **بجٹ میں سب سے زیادہ بوجھ اسی غریب آدمی پر ڈال دیا گیا ہے جس کا چولہا پہلے ہی نہیں جل رہا تھا اور جو سب سے کمزور آدمی تھا۔**

کے مالک ہیں۔ 2% ایلیٹ ہمارے 95% وسائل پر قابض ہے ۔ یعنی یہ سارے وہ حالات ہیں جو ایک انقلاب سے پہلے کسی ملک میں ہوتے ہیں، جہاں انقلاب آنا ضروری ہوتا ہے ۔ اس کے سوا عوام کے پاس کوئی راستہ نہیں بچتا۔ بجلی کی قیمت میں ابھی گزشتہ ماہ ہی 6 روپے کا اضافہ کیا گیا تھا جس پر ٹیکس ڈال کر یہ اضافہ 9 روپے ہو جائے گا لیکن اب IMF نے مزید 5 روپے کا اضافہ کرنے کا کہا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اب لوگوں کو بجلی کے جو بل آئیں گے وہ عام آدمی کی تنخواہ سے بھی کہیں زیادہ ہوں گے۔ یہ حالات عوام کو بغاوت پر اُکسانے کے مترادف ہیں ۔

سوال: کینیا میں ٹیکس میں معمولی اضافہ پر عوام حکومت کے خلاف سڑکوں پر نکل آئے جبکہ پاکستان میں معاشی اعتبار سے ہر بندہ اتنا تنگ آ چکا ہے کہ اس کے لیے گھر کا بجٹ پورا کرنا مشکل ہو رہا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ پاکستان میں اتنی تنگی کے باوجود عوام منظم احتجاج نہیں کرتے ؟

رضاء الحق: منظم احتجاج کے لیے تنظیم کا ہونا ضروری ہے ۔ قائداعظم نے تو ایمان، اتحاد اور تنظیم کا ماٹو دیا تھا لیکن عملی طور پر یہاں نظم وضبط دکھائی نہیں دیتا۔ بنیادی طور پر انقلاب کا نعرہ بڑا رومانوی ہے لیکن اس کے لیے بھی کچھ شرائط ہوتی ہیں ۔ ہماری قوم میں ابھی ایسی کوئی بات نظر نہیں آتی البتہ تھوڑا بہت شعور بڑھا ہے لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ دنیا کی تاریخ میں جتنی بھی انقلاب کی تحریکیں چلی ہیں ان میں سے صرف ایک فیصد کامیاب ہوئی ہیں جبکہ ننانوے فیصد ناکام ہوئی ہیں۔ لوگوں کو صحیح رُخ پر رکھنا ضروری ہے ورنہ تحریکیں خانہ جنگی کی طرف بھی لے جاتی ہیں جن سے ملک ٹوٹ جاتے ہیں۔ عوام کی سمت کو درست رکھنا اصل میں لیڈرشپ کا کام ہوتا ہے ۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ہجوم نکلے اور وہ کہے کہ ہم نے احتجاج کرنا ہے۔ ان کو کسی نہ کسی نے صحیح رُخ پر لگانا ہوتا ہے۔ مہذب ملکوں میں عوام کو باقاعدہ احتجاج کی اجازت دی جاتی ہے تاکہ ان کے اندر کا اشتعال اور غبار نکل سکے ۔ دوسرا احتجاج کی صورت میں وہاں عوام کو کچھ ریلیف مل بھی جاتا ہے لیکن ہمارے ہاں عوام پر گزشتہ کچھ عرصہ سے اتنے زیادہ کریک ڈاؤن ہوئے ہیں کہ اب وہ احتجاج کے لیے نکلنے سے بھی ڈرتے ہیں ۔ لوگوں کو اُٹھا لیا جاتا ہے، ان کو پریشان کیا جاتا ہے، کاروبار بند کیے جاتے ہیں اور طرح طرح کے ہتھکنڈوں سے ان کا جینا حرام کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے لوگ احتجاج کے لیے نکلنے سے ڈرنے لگے ہیں۔ ملک کسی سٹریٹیجک ڈائریکشن کے تحت چلتے ہیں، چاہے وہ ٹاپ لیڈرشپ کا ویژن ہو اور عوام بھی اس ویژن میں اتنے ہی اہم ہوتے ہیں جتنی ٹاپ لیڈرشپ ۔ امریکہ میں غلامی کے خلاف جب تحریک چل رہی تھی تو اس کا لیڈر وینڈل فلپس تھا، اس نے کہا تھا:

"Eternal vigilance is the price of liberty."

مراد یہ ہے کہ آزادی کے تحفظ کے لیے ضروری ہے کہ آپ ہر وقت چوکنا رہیں اور ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے تیار رہیں ۔ آپ کے سامنے ایک نصب العین ہو ۔ ہمارے ہاں پتا ہی نہیں چلتا کہ ہمارے لیڈرز کیا چاہتے ہیں اور عوام کیا چاہتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ جس مقصد کے لیے یہ ملک بنایا گیا تھا اس کو پورا کیا جائے اور مملکت پاکستان کو حقیقی معنوں میں اسلامی فلاحی ریاست بنایا جائے ۔ اس مقصد کے لیے پوری قوم متحد ہو سکتی ہے ۔ بصورت دیگر انتشار پیدا ہوگا جو کہ خانہ جنگی کی طرف بھی بڑھ سکتا ہے۔

سوال: سود اور کرپشن پاکستان کے لیے بدترین ناسور ثابت ہوئے ۔ IMF کے چنگل سے نجات ، سود کے خاتمے اور کرپشن سے بچاؤ کے لیے کن اصلاحات کی ضرورت ہے اور ہمیں کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے؟

ڈاکٹر حسن صدیق: پاکستان بننے کے بعد ہم نے اپنی متعین راہ پر سفر کا آغاز کر دیا تھا، قرارداد مقاصد کا پاس ہونا اسی سلسلہ کی کڑی تھی ۔ سود کے حوالے سے بھی پالیسی بیان قائداعظم نے جاری کر دیا تھا کہ ہمیں اسلامی

اصولوں کے مطابق اپنے معاشی نظام کو اُستوار کرنا چاہیے۔ پاکستان کو حقیقی معنوں میں اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے لیے انہوں نے علامہ محمد اسد کی ڈیوٹی بھی لگا دی تھی لیکن قائداعظم کی وفات کے بعد انگریز کے پالے ہوئے کرپٹ طبقے نے لیاقت علی خان کو بھی شہید کرنے کے بعد ملک پر قبضہ کرلیا۔ اس طرح ہماری آزادی ایک بار پھر سلب ہوگئی۔ کارپوریٹ کلچر، سامراجی اور سرمایہ دارانہ نظام کی وجہ سے ہم آج انگریز کے غلاموں کے غلام ہیں۔ اس صورتحال سے نکلنے کے لیے ہمیں چند بنیادی اقدامات کرنے ہوں گے۔ سب سے پہلے ہمیں امریکہ کی غلامی سے نکلنا ہوگا تاکہ ہمارے ملک میں استحکام آسکے۔ مشاہد حسین سید نے کہا مجھے ایک چینی سرمایہ دار ملا۔ اس نے کہا کہ میں نے افغانستان میں کئی ارب ڈالرز کی انوسٹمنٹ کی ہے اور پاکستان کی نسبت افغانستان انوسٹمنٹ کے لیے زیادہ محفوظ ملک ہے۔ اسی طرح ہم بھی اگر پڑوسی ممالک کے ساتھ تعلقات بہتر بنائیں اور ان سے تجارت کریں تو ہماری معیشت میں چند ماہ میں بہتری آسکتی ہے۔ ہم ایران سے سستا تیل خرید سکتے ہیں۔ اگر ہم انرجی کے بل پورے کرلیں تو اگلا بجٹ ہم آئی ایم ایف کے بغیر بنا سکتے ہیں۔ مگر اس کے لیے فیصلہ سازی اور سیاسی استحکام کی ضرورت ہے۔ جبکہ یہاں حکومتیں بدلتے بھی پتا نہیں چلتا اور نہ ہی پالیسیاں بدلتے پتا چلتا ہے۔ حالانکہ 1973ء کے آئین میں طے ہوگیا تھا کہ ہم نے ملک کو کس طرح چلانا ہے۔ لیکن اس کے بعد بھی کئی دفعہ مارشل لاء لگ گئے۔ جب تک یہاں سیاسی استحکام نہیں ہوگا اور اپنی پالیسی کو آزادانہ بنانے کی کوشش نہیں کی جائے گی تب تک باہر سے انوسٹمنٹ آئے گی اور نہ ہی IMF سے جان چھوٹے گی۔ سود اور کرپشن کے خاتمہ کے لیے بھی فیصلہ سازی میں آزاد ہونا ضروری ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ریاستی ادارے، چاہے وہ FBR ہو یا واپڈا، ان میں ایسی اصلاحات لائی جائیں کہ قابل اور اہل لوگ ان اداروں کو چلاسکیں۔ احتساب کے نظام کو شفاف بنایا جائے۔

رضاء الحق: 28 اپریل 2022ء کو وفاقی شرعی عدالت نے دوبارہ سود کے خلاف فیصلہ سنایا۔ اس کے خلاف بھی کچھ ادارے اور افراد اپیل میں چلے گئے۔ اس اپیل کو سننے کے لیے بنچ تشکیل دینا سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کی ذمہ داری ہے۔ ان کو اس پر توجہ دینی چاہیے تاکہ یہ معاملہ ختم ہو۔ اس کے بعد اندرونی اور بیرونی سود سے نجات کی راہ ہموار ہوسکتی ہے۔

سوال: تنظیم اسلامی، پاکستان کے معاشی، معاشرتی اور سیاسی نظام کی اسلامائزیشن کرکے ایک اسلامی انقلاب لانے کی داعی ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ قیام پاکستان کے مقاصد تب ہی پورے ہوسکیں گے جب پاکستان میں ایک اسلامی انقلاب آئے گا اور عدل و انصاف کا بول بالا ہوگا۔ ان حالات میں پاکستان کے معاشی نظام میں بہتری کے لیے آپ کیا اصلاحات تجویز کریں گے؟

رضاء الحق: بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے معیشت کو اسلامائز کرنے کے لیے پورا ایک روڈ میپ پیش کیا تھا۔ بنیادی طور پر اسلامی ریاست ایک ویلفیئر سٹیٹ ہوتی ہے جس میں ہر شہری کی بنیادی ضروریات یعنی غذا، رہائش، تعلیم اور علاج کو پورا کرنا ریاست کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے لیے یہاں اسلام کا نفاذ ضروری ہے۔ اگر ایسا ہوگا تو پھر یہاں زکوٰۃ، عشر اور جزیہ کا نظام بھی لاگو ہوگا اور اس

> **جو بھی ملک IMF سے قرضے لیتا ہے تو وہ آخرکار مغرب کا معاشی غلام بن جاتا ہے اور اس کی سیاست، معیشت اور معاشرت میں عالمی قوتوں کی مداخلت شروع ہوجاتی ہے۔**

کے ذریعے غریب آدمی کو بھی ریلیف ملے گا اور شاید حکومت کو ٹیکس لگانے کی بھی ضرورت نہ پڑے۔ سود کا خاتمہ ہوگا تو قرضوں سے بھی نجات ملے گی اور ملک ترقی کرے گا۔ پھر اسلامی معاشرت میں صدقات کی بھی اہمیت ہے جس کے ذریعے غریب آدمی کو ریلیف ملتا ہے۔ سود کا خاتمہ ہوگا تو بلاسود قرضے بھی ترقی کا ذریعہ بنیں گے۔ اسلامی نظام صرف چور کا ہاتھ کاٹنے اور دیگر سزاؤں تک محدود نہیں ہے۔ اس وقت پاکستان میں اندرونی سطح پر جو سود ادا کرنا ہے وہ دو تہائی سے زیادہ ہے۔ اس کو ختم کرنا حکومت کے اختیار میں ہے۔ اسی طرح نجی اداروں کے اندر سے جوا، سٹہ، لاٹری اور آڑھت کی جتنی بھی حرام شکلیں ہیں ان کو ختم کیا جائے۔ سرمایہ داری کی بجائے سرمایہ کاری کو فروغ دیا جائے۔ بیرونی انوسٹرز کو اعتماد پر مبنی فضا مہیا کریں، انہیں سہولیات اور مواقع فراہم کریں۔ پرائیویٹائزیشن کی صورت میں اس چیز کا خیال رکھا جائے کہ ملکیت ہمارے پاس واپس آسکے۔ بہت سی اشیاء ایسی ہیں جو ہم امپورٹ کرتے ہیں حالانکہ ان کو ملک کے اندر تیار کیا جاسکتا ہے۔ ملک کے اندر صنعتوں کو فروغ دیا جائے۔ مزدور، کسان اور عام ورکر کو سہولیات دی جائیں۔ یہاں شروع دن سے جاگیر دارانہ نظام ملک کی جڑیں کھوکھلی کررہا ہے۔ پھر سرمایہ دار بھی اس میں شامل ہوگئے اور سیاست اور بیوروکریسی میں بھی ان کی اجارہ داری قائم ہوگئی۔ اس اجارہ داری کا خاتمہ بہت ضروری ہے۔ ٹیکس کے نظام کو شفاف اور بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔ ان ڈائریکٹ ٹیکس کو کم کیا جائے اور ڈائریکٹ ٹیکس کو بڑھایا جائے۔ آمدن پر ٹیکس لگانا ویسے بھی زیادتی ہے۔ جتنے بھی غیر ترقیاتی اخراجات ہیں ان کو کم کیا جائے۔ یہ ساری چیزیں ہوں گی تو پھر آپ کا معاشی نظام ایک عادلانہ اور اسلامی معاشی نظام ہوگا۔ اس کے ساتھ سیاسی نظام کا بھی اسلامی ہونا ضروری ہے اور معاشرتی نظام بھی دین کے مطابق ہوگا تو پھر ملک اسلامی فلاحی ریاست بنے گا۔ ان کاموں کے لیے اخلاص کا ہونا ضروری ہے۔ ہماری لیڈرشپ کے اندر اخلاص نیت ہوگا تو کرپشن نہیں ہوگی۔ سود ختم نہ کرنے کے جو حیلے بہانے کیے جاتے ہیں وہ بھی نہیں ہوں گے۔ پاکستان کو بنایا ہی اس لیے گیا تھا کہ ہم پوری دنیا کے لیے ایک مثال قائم کریں۔ یہ مثال دنیا کے سامنے اس وقت قائم ہوگی جب یہاں اسلام نافذ ہوگا۔

❁❁❁

رفقاء متوجہ ہوں — ان شاء اللہ

”قرآن اکیڈمی سعید کالونی نمبر 2 فیصل آباد“ (حلقہ فیصل آباد) میں

02 تا 04 اگست 2024ء (بروز جمعۃ المبارک نمازِ عصر تا بروز اتوار نمازِ ظہر)

نقباء کورس (نئے و متوقع نقباء کے لیے)

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0300-7914988 / 041-8732325

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: (042)35473375-78

عوام کے صبر کو مزید نہ آزمائیں!

ڈاکٹر منصور نورانی

موجودہ حکومت کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے بڑھتی ہوئی مہنگائی کو روک دیا ہے اور اُسے 35 فیصد سے کم کر کے 12.5 فیصد پر لے آئے ہیں، لیکن دیکھا یہ گیا ہے کہ سوائے آٹے اور روٹی کی قیمتوں میں کمی کے کسی اور چیز کی قیمت کم نہیں ہوئی ہے۔ اقتدار کے بعد قوم سے اپنے پہلے خطاب کے لیے اور ایک بڑا ریلیف دکھانے کے لیے ایک روز پہلے ہی پٹرول کی قیمت 10 روپے کم کی گئی لیکن پندرہ روز بعد اُسے پھر مہنگا کر دیا گیا۔

ہمارے یہاں ہر ماہ کی پہلی اور سولہ تاریخ کو پٹرول کے نئے نرخ مقرر کیے جاتے ہیں لیکن وزیر اعظم نے اپنی سو دنوں کی دلکش اور دلفریب کارکردگی قوم کے گوش گزار کرنے کے لیے پچھلے ماہ کی چودہ تاریخ ہی کو پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں کمی کر دی اور یوں عوام کو یہ تاثر دیا گیا جیسے ملک میں خوشحالی کا سنہری دور شروع ہو چکا ہے، لیکن صرف پندرہ روز بعد ہی یہ ریلیف واپس لے لیا گیا اور IMF کی ہدایات پر بنائے گئے بجٹ پر عمل درآمد فوری طور پر شروع بھی کر دیا گیا۔ بجلی جو پہلے ہی دنیا میں ہمارے یہاں سب سے مہنگی ہے اُسے مزید مہنگی کر کے عوام کا جینا حرام کر دیا گیا۔ ساتھ ہی ساتھ تنخواہ دار ملازم طبقہ جو پہلے ہی حکومت کو اپنی آمدنی میں سے ہر ماہ باقاعدگی سے ٹیکس دے رہا ہے اُسے مزید شکنجے میں کس لیا گیا ہے۔ کھانے پینے کی جو چیزیں دکھاوے کے طور پر کچھ دنوں کے لیے سستی کی گئی تھیں وہ ایک بار پھر مہنگی کر دی گئیں۔

حکومت کو معلوم ہونا چاہیے کہ عوام نے فروری 2024 کے انتخابات میں اُسے حق حکمرانی نہیں دیا تھا لیکن اگر وہ طوعاً و کرہاً وہ یہ ذمے داری اٹھانے پر رضامند ہوگئی تھی تو اُسے عوام پر ظلم وستم کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے تھا۔ مہنگائی کر کے عوام کے صبر کو آزمانے کے بجائے اُسے اقتدار سے فوراً علیحدہ ہو جانا چاہیے تھا، لیکن سمجھ نہیں آرہا کہ ایسی کونسی مجبوری ہے کہ وہ پیپلز پارٹی اور دیگر اتحادیوں کے ساتھ اس حکومت سے اب تک جڑی ہوئی ہے۔ ہمارے سامنے دیگر ممالک کی مثالیں موجود ہیں جہاں کے عوام نے مہنگائی کرنے والی حکومتوں کے چھکے چھڑا دیے۔ ابھی حال ہی میں کینیا میں جو کچھ ہوا وہ اس حکومت کے لیے نوشتۂ دیوار ہے۔

وہاں لوگوں نے حکومتی ایوانوں پر ہلہ بول کر تمام اہم دفاتر نذر آتش کر دیے اور حکومت کو گھٹنے ٹیک دینے پر مجبور کر دیا۔ اس سے پہلے سری لنکا میں بھی ہم نے یہی کچھ دیکھا تھا۔ قوم اگر ووٹ دیتی ہے تو حساب اور احتساب کرنے کا حق بھی رکھتی ہے۔ وہاں بھی عوام دشمن فیصلوں پر لوگوں نے حکومت کے وزیروں کا جو حال کیا وہ ہمارے لیے مثال ہے۔ پیپلز پارٹی بھی اس گناہ سے خود کو مبرا اقرار نہیں دے سکتی، وہ بھی عوام دشمن حکومتی فیصلوں میں برابر کی شریک ہے۔ وہ چاہتی تو یہ بجٹ اور فنانس بل کبھی بھی پاس نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ بظاہر حکومت اور کابینہ میں شریک نہیں ہے لیکن درپردہ حکومت کی پشت پناہی کر رہی ہے۔

اس نے مسلم لیگ ن کو اقتدار کی اس سولی پر چڑھ جانے کے لیے اپنی مکمل حمایت کا اعلان بھی کیا اور سودے بازی کر کے تمام آئینی عہدے بھی اپنے پاس رکھ لیے۔ وہ اگر یہ سمجھتی ہے کہ دو تین سال بعد حکومت سے اختلاف کر کے کو عوام پر آج کی جانے والی زیادتیوں سے خود کو علیحدہ کر لے گی کہ ہم تو اقتدار میں شامل ہی نہیں تھے، ایسا اب ہرگز نہیں ہوگا۔ عوام اپنے اوپر کی جانے والی زیادتیوں پر حکومت کے اتحادیوں کو بھی اب معاف نہیں کریں گے، وہ اگر آج اس حکومت کی حمایت چھوڑ دیں تو دیکھتے ہیں کون عوام پر یہ ظلم وستم جاری رکھتا ہے۔ حکومت اپنے اخراجات کم نہیں کر رہی ہے، مگر عوام پر ٹیکسوں کی بھرمار کر رہی ہے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ ڈائریکٹ اور ان ڈائریکٹ بے شمار ٹیکس لینے کے بعد بھی حکومت یہ شکایت کرنے اور رونے سے باز نہیں آتی کہ ہمارے عوام ٹیکس نہیں دیتے۔

عوام اپنی سکت اور استطاعت سے زیادہ ٹیکس دے رہے ہیں لیکن حکومت کا شکوہ ختم ہونے کو نہیں ہے۔ بجلی کے بلوں ہی کو لے لیجیے، اس میں چودہ قسم کے ٹیکس لگے ہوئے ہیں۔ 24 کروڑ لوگوں پر ہونے والے اس ظلم و زیادتی پر خاموش رہنا بھی ایک جرم ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ 35 ہزار روپے کمانے والا ہر ماہ 20 ہزار روپے کا بجلی کا بل کیسے ادا کرے گا۔ وہ کھائے گا کیا اور بچوں کو اسکول کیسے بھیجے گا۔ بیماری اور علاج کے لیے اس کے پاس پیسے کہاں سے آئیں گے۔

ایک شخص تین وقت کے بجائے دو وقت کھانا کھائے تو بھی ہر ماہ اس کے پندرہ ہزار روپے خرچ ہو جاتے ہیں تو پھر وہ اپنے خاندان کو کیسے پالے گا۔ بجلی کے بلوں کو حکومت نے اپنی آمدنی کا ذریعہ بنایا ہوا ہے۔ اتنی مہنگی بجلی کر کے بھی گردشی قرضے ہیں کہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتے بلکہ اس میں متواتر اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ IPPs کے معاہدوں پر بھی نظرثانی نہیں کی جا رہی ہے۔ کراچی میں K-Electric کی انتہائی خراب کارکردگی پر بھی اسے اگلے 20 سالوں کے لیے عوام کو تنگ کرنے کے لیے کھلی چھوٹ دے دی جاتی ہے۔ کوئی پرسان حال نہیں ہے۔

حکومت وقت کو احساس کرنا چاہیے کہ عوام اس سے انتہائی تنگ اور نالاں ہیں۔ وہ اس کے ہاتھوں مہنگائی کی وجہ سے بہت پریشان اور غصے میں ہیں۔ وہ اس وقت مجبور ہیں کیونکہ فکر معاش نے انھیں اس قابل ہی نہیں چھوڑا کہ کوئی بھرپور احتجاج ریکارڈ کروا سکیں۔ دوسری جانب اس وقت ایسی کوئی لیڈرشپ بھی اس ملک میں باقی نہیں رہی جس کی قیادت میں وہ یکجا اور متحد ہو کر یہ احتجاج ریکارڈ کروا سکیں۔ قوم اس وقت ٹکڑوں میں بٹی ہوئی ہے۔ سیاسی، مذہبی، لسانی اور فروعی گروپوں میں تقسیم قوم کبھی بھی کوئی مشترکہ جدوجہد شروع نہیں کر سکتی۔ اسی وجہ سے یہ حکومت ابھی تک عوام کے غیظ و غضب سے بچی ہوئی ہے۔ صرف روٹی سستی کر کے اور باقی تمام چیزیں مہنگی کر کے حکومت کا یہ کہنا کہ اس نے مہنگائی کی شرح بہت کم کر دی ہے اسے کچھ کوئی زیب نہیں دیتا۔ حکومت کے تمام دعوے صرف زبانی جمع خرچ کے سوا کچھ نہیں۔ عوام الناس کو ابھی تک کوئی ریلیف نہیں ملا ہے بلکہ وہ پہلے سے زیادہ برے حالات میں زندگی گزار رہے ہیں۔

وزیر اعظم نے دنیا بھر کے دورے کر کے یہ تاثر دیا کہ تمام ممالک یہاں سرمایہ کاری پر رضامند ہو گئے ہیں جب کہ حقیقت حال اس کے بالکل برعکس ہے۔ ہمارے اپنے سرمایہ کار اپنا سرمایہ یہاں سے نکال کر دوسرے ممالک میں منتقل کر رہے ہیں، کیونکہ یہاں کے حالات ابھی تک غیر مستحکم اور غیر یقینی ہیں۔ حکومت کو چاہیے کہ زمینی حقائق کو سمجھنے کی کوشش کرے۔ ایسا کچھ بھی نہیں ہو رہا جیسے وہ سوچ رہی ہے۔ ذرا عوام میں نکل کر تو دیکھیں لوگ کس حال میں زندگی گزار رہے ہیں۔ بند محلات میں بیٹھ کر اصل صورتحال کا اندازہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اب بھی وقت ہے عوام کی تکالیف کا احساس کریں اور اگر انھیں ریلیف نہیں دے سکتے تو کم از کم ان کی تکالیف میں مزید اضافہ نہ کریں۔ ایسا نہ ہو کہ وقت آپ کے قابو میں نہ رہے۔

۞۞۞

اندروں چنگیز سے تاریک تر

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

گزشتہ صدی کے وسط میں برطانیہ و دیگر مغربی طاقتوں نے مل جل کر دنیا بھر میں ظلم کا جو بازار گرم کیا، اب اس کے نتائج اور حقائق بھرپور طریقے سے دنیا کے سامنے یوں آئے ہیں کہ نظر چرانا ممکن نہیں۔ فلسطینی حقائق پر عالمگیر طوفان اٹھا کھڑا کرنے کا سہرا نئی نسل ''جین زی'' (Gen-Z) کے سر ہے، جس کے نوجوان اڑ گئے۔ لڑنے مرنے پر کمربستہ، دنیا بھر میں یک جان ہو کر! بڈھے، ٹرمپ، بائیڈن، پوٹن، برطانوی سیاست دان سبھی ذلیل و رسوا ہو گئے، تا آنکہ جاپان، جنوبی کوریا، سمیت بلا استثناء سبھی گھر کر رہ گئے۔ ہاں مسلم دنیا کی استثناء (دو صدیوں کی غلامی کے ہاتھوں) اپنی جگہ عجب ہے۔ اگرچہ (کرکٹ میں) ہمیں تماشائی بننے کی تو خوب تربیت ملی تھی! بھرپور داد، اچھل کود، زبردست ردعمل دینا۔ حسب ضرورت لعن طعن اور جوتوں کے ہار تک کھلاڑیوں کے حصے آتے ہیں۔ قومی نفسیات کرکٹ پر اس حد تک استوار ہوئی کہ انتہائی حساس نازک امور مملکت و جہانبانی بھی ہم نے کھلاڑیوں کو (کھیل سمجھ کر) تھما دیے۔ اتنی سرگرم قوم! عالم اسلام کے حساس نازک معاملات پر نجانے اتنی سرد مہر بحر منجمد شمالی جنوبی کا تاثر کیوں دینے لگی؟ دم سادھے تماشائی؟ اس کا شدید احساس غزہ کی نوعمر بچی کے نوحے پر ہوا۔ یہ رو رو کر پوچھتی رہی:

اے مسلم دنیا! اے عربو! تم کہاں ہو؟ غزہ کے بچے تم سے مدد کی بھیک مانگتے رہے، تم ہل کے نہ دیے؟ تم سے آخرت کے دن ضرور پوچھا جائے گا! خوف سے لرزہ طاری ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ نماز جمعہ کے بعد بڑی نامور مساجد بھی اقصیٰ سے لاتعلق، غزہ کے مظلومین کے لیے دعا کرنے سے گریزاں ہی رہیں۔ عمومی دعا مظلومین کل عالم کے لیے کر کے بوجھ اتار دیا جائے۔ منہ پر آمین کا خشک و سرد ہاتھ پھیر لیا جائے؟ دل دہل جاتا ہے جب مظلوم فلسطینی بچے بچیوں عورتوں کے آنسوؤں میں بھیگے ہاتھ جو ہماری طرف رخ کیے حضورِ رب تعالیٰ وہ دعائیہ منہ پر پھیر کر فریاد کناں ہوتے ہیں۔ خود پر سورۃ البروج میں مذکور اصحاب الاخدود واقعے میں شاہد و مشہود (دیکھنے والے اور دیکھے جانے والوں کی......) کا لرزہ طاری ہوتا ہے۔ دہکتی آگ کے گرد بیٹھے (اہل ایمان کے ساتھ بیتی جانے پر) خود پر خاموش تماشائی ہونے کا گمان ہوتا ہے۔ اس احساس پر تیل چھڑکتے ہیں مغربی دنیا کے احتجاجی مظاہرین! وہ دن رات ایک ہی نعرہ لگاتے ہیں: تم شریک جرم ہو! اپنی خاموشی سے اسرائیل کے جرائم پر زبردست قوت برداشت کا مظاہرہ کرنے سے! ظالم کو ظلم سے نہ روکنے کے جرم عظیم سے! تم سب شریک جرم ہو، شراکت کار ہو! ایسے تاریخی موقع پر قرآن کی گواہی ہے: ''بے شک وہ لوگ جنھوں نے آگ میں جلایا (آج بمباریوں کی آگ، ملبوں کا حبسِ دم، زخموں میں سلگتی بے دوا دارو، بلاخور اک آگ) مومن مردوں اور عورتوں کو، اس کے بعد توبہ نہ کی تو ان کے لیے جہنم کا عذاب اور ان کے لیے ہے آگ میں جلنے کی سزا۔'' (البروج)

ہم اللہ سے پناہ کے طالب ہیں اپنی بے بسی پر! مظلوموں کے رنج و الم چن کر انہیں دائمی راحتوں میں ڈھالنے کا وعدہ تو اٹل ہے، جیسے بوسنیا کے مظلوموں کے قومی شاعر میک وزدار نے ''پتھروں میں سوئی آوازیں'' (ترجمہ ڈاکٹر محمد حامد) میں لکھا:

موت کی وادیوں میں اترتے ہوئے، رنگ کچھ شوخ ہونے لگے، اور صداؤں میں اک نغمگی بھر گئی! اور میک کی یہ دعا بھی: مرے لب پہ بس اک دعا ہے، زمین! میرے بچوں کو رزق فراواں عطا کر، مجھے اک دعا یاد ہے، کہ یہ رزق وہ ہو، کہ جو آسمانوں پہ اگتا ہو! بوسنیا کے عین یہی المناک مناظر، نوجوان قیدی، ہڈیوں کے ڈھانچے جنھیں بھوک کے عذابوں سے نام نہاد مہذب ذی شان مغربیوں اور حقوق انسانی کے اداروں نے گزارا...... وہ خوبصورت بوسنیائی لڑکیوں کی عصمت دری کے کیمپ جہاں امت کی عزت اجاڑ دی گئی۔ وہ ننھے پھول بچے جو مسلم گودوں سے نوچ کر یورپ کے کلیساؤں کی نذر ہو گئے اور لامتناہی اجتماعی قبریں فلسطین، کشمیر، الجزائر، لیبیا، شام کہانیاں یکساں رہیں۔ اندازہ کیجیے کہ آج القسام بریگیڈ، جس عظیم فلسطینی مجاہد کے نام پر یہ جاں گسل جنگ ہلاکوئے دوراں کے خلاف لڑ رہی ہے، وہ عزالدین القسام تھے (1882-1935ء) یہ سامراج دشمن مجاہد عالم دین جو تمام مغربی طاقتوں کے خلاف پورے خطے میں لڑتے رہے۔ لیبیا میں اٹلی کے خلاف (1911ء) شام میں فرانس کے خلاف (1920-1919ء) اور پھر فلسطین پر مسلط برطانوی انتداب کے خلاف، جہاں وہ مظلوم، غریب کسانوں کا جری محافظ مجاہد تھا، نومبر 1935ء میں برطانوی افواج کے مقابلے میں شہید ہوئے۔

فلسطینیوں کو ان کی سرزمین سے اکھاڑ پھینکنے، جائیدادوں، زمینوں پر قبضے، معاشی کمر توڑنے میں ان کا 1/6 حصہ قتل، زخمی، قید یا جلاوطن ہو گیا۔ 3 سال جاں گسل جنگ فلسطینیوں نے لڑی جسے ایک لاکھ فوج کی طاقت سے وحشیانہ کچلا گیا۔ 5 ہزار فلسطینی قتل، 10 ہزار سے زائد زخمی اور 5 ہزار سیاسی قیدی سامراجی جیلوں میں گلے سڑے، اسی دور میں یہودیوں، صہیونیوں کو بغاوت کچلنے کے سامراجی ہتھکنڈے سکھائے گئے، جو آج اسرائیلی فوجی اور آبادکار برت رہے ہیں۔ سوشل میڈیا پر اسرائیلی ظلم و قہر کے آئینے میں 2 صدیوں کی سامراجی درندگی کے حقائق اب دنیا پر کھل چکے۔ چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر! 1922ء کی مردم شماری میں مسلمان 7 لاکھ، یہودی 82 ہزار، عیسائی 71 ہزار تھے، دنیا کے کونوں گوشوں سے یہودی لا بسائے گئے، فلسطینی بے دخل کر کے۔ اقوام متحدہ کی قراردادوں کے باوجود (کہ 45 فیصد حصہ مسلمانوں کو دیا جائے) یہودیوں کو 75 فیصد حصے پر قبضہ کرنے کی کھلی چھٹی ملی۔

عین اسی تناظر میں 1947ء سے مقبوضہ کشمیر، پاکستان بھارت مابین تنازعے کا بنیادی سبب ہے۔ اقوام متحدہ کی قراردادیں سرد خانے میں منجمد پڑی ہیں۔ بھارتی سیاستدان، میڈیا، فوج بدترین انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں اور ریاستی تشدد کی ذمہ داری میں سب برابر کے شریک ہیں۔ دنیا کی توجہ غزہ کی طرف ہے، کشمیر متماثل حالات کی جکڑبندیوں میں سسک رہا ہے۔ فوج کی ہمہ گیر نگرانی، تسلط اور تشدد، قتل و غارت، چھاپے، لاپتگی، اغوا کاری، قید و بند، معاشی کس مپرسی، اجتماعی قبریں، وہی مناظر درپیش ہیں۔ تعلیم یافتہ، ذی شعور کشمیری، صحافی، دانشور سب نشان زد ہیں۔ اسرائیل کی طرز پر برہمن نو آبادکاری سے کشمیری آبادی کی ساخت بدلنے کا سلسلہ جاری ہے۔

اب دنیا میں مغربی نوجوانوں کی اٹھائی گئی تحریک سے بہت کچھ بدلنے کے امکانات روشن ہیں۔ یاد رہے کہ سیاہ فام امریکی جارج فلوئیڈ کے امریکی پولیس کے ہاتھوں

بہیمانہ قتل کے نتیجے میں حقوق انسانی کی تحریک نے (2020ء) پہلے امریکا اور پھر دنیا کو (مغربی دنیا بالخصوص) ہلا کر رکھ دیا تھا۔ 3 جولائی 2020ء کی خبر میں امریکا میں 550 مقامات پر 5 لاکھ مظاہرین نے حصہ لیا تھا۔ 2021ء تک پہنچتے سامراجی مغربی طاقتوں کے ظلم و جبر کے بے نقاب ہونے پر ہمہ گیر ہمہ جہت اثرات مرتب ہوئے تھے۔ انہی میں سے ایک یہ بھی تھا کہ فرانس نے الجیریا کے خلاف 132 سالہ قبضے میں 1.5 ملین مسلمان شہید کیے۔ انہی میں سے 24 مجاہدین سرکردہ بہادروں کی کھوپڑیاں فرانس کے پیرس میوزیم میں جوتوں کے ڈبوں میں سجی رکھی تھیں۔ دنیا بھر کے سیاح بے حس دیکھتے رہے! الجزائر کے طویل احتجاج و مطالبات کے بعد امریکا سے اٹھ کر دنیا میں پھیلنے والی ''بلیک لائیوز میٹر'' تحریک کے خوف نے فرانس کو مجبور کیا کہ وہ یہ الجزائر کو واپس دے۔ چنانچہ 170 سال بعد یہ معزز مجاہدین کے سر اپنی سرزمین پر زبردست عزت و احترام سے وصول کر کے دفنائے گئے۔ اگلے مرحلے میں غزہ کے مبارک خون اور عظیم قربانیوں نے سامراجی طاقتوں کے ظلم و جبر کی رہی سہی داستانیں عام کر دیں۔ برطانیہ کے انتخابات پر فلسطین کی آزادی اور جنگ بندی کی تحریک کے گہرے اثرات دیکھے جا سکتے ہیں۔ بھارت میں مودی کے غبارے سے خاطر خواہ ہوا نکلی۔ برطانیہ میں کنزرویٹو پارٹی اور مسلم علاقوں میں اسرائیل نواز امیدواروں کو شکست ہوئی۔ لیبر پارٹی کے رکن جیری کوربن کامیاب ہوئے جو فلسطین نواز اور برطانوی پارلیمنٹ میں مقبوضہ کشمیر کے حوالے سے قرارداد پیش کرنے کی شہرت رکھتے ہیں۔ یہ تبدیلی کشمیر کے حوالے سے بھی خوش آئند ہے۔ اب مسلمانوں کو اپنے مسائل کے حل کے لیے شاید انہی ولولہ انگیز، انصاف پسند تحریکوں سے رجوع کرنا پڑے!

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے!

❀❀❀

خرید و فروخت میں دیانت داری کا فقدان

مولانا سیّد عمران اختر

اگر ہم آج کل کے اپنے معاشی حالات کا جائزہ لیں اور پھر معاشی بدحالی کی وجوہات پر قرآن وحدیث کی روشنی میں غور کریں تو ہمیں پتا چلے گا کہ آج ہماری زندگی سے جو راحت وسکون اٹھ گیا ہے۔ ہماری آمدن سے جو خیر و برکت نکل گئی ہے اور انفرادی وقومی ہر اعتبار سے ہمارے معاشی حالات جو بگڑتے جارہے ہیں، دوسری وجوہات کے علاوہ اس کی ایک اہم اور بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ہم لوگ کاروبار اور لین دین میں ناپ تول میں کمی بیشی سے کام لیتے ہیں، ناپ تول میں کمی کوئی نئی بات نہیں بلکہ صدیوں سے کاروباری لوگ اس بُرائی میں مبتلا ہیں مگر یہ بھی سچ ہے کہ آج کل ناپ تول کی ہیرا پھیری میں جتنی تیزی آچکی ہے اور بازاروں میں جتنے طریقے اپنائے جارہے ہیں اتنے پہلے کبھی نہیں تھے، حالانکہ مسلمان ہونے کے ناتے ہم پر اللہ اور اس کے حبیب کریم رسول اکرم ﷺ کے احکامات ماننا اور ان پر عمل کرنا ضروری بھی ہے اور اسی میں ہماری دینی و دنیاوی کامیابی کی ضمانت بھی۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے کئی جگہ انصاف کے ساتھ ناپ تول کرنے کا حکم ارشاد فرمایا، سورۃ رحمٰن میں اللہ پاک کا فرمان ہے: ''اور آسمان کو اللہ نے بلند کیا اور ترازو رکھی کہ تولنے میں ناانصافی نہ کرو اور انصاف کے ساتھ تول قائم کرو اور وزن نہ گھٹاؤ۔''

جہاں صحیح ناپ تول کی اتنی تاکید ہے وہاں غلط ناپ تول پر مختلف طرح کے عذابوں کی وعید بھی ہے نیز ملکی سطح پر اوزان و پیمائش کا محکمہ بھی قائم ہے مگر اس کے باوجود ناپ تول کی چور بازاری میں کمی کے بجائے روز بروز زیادتی ہی ہورہی ہے۔

آیئے! اس چور بازاری کی بازاروں میں رائج کچھ صورتیں ملاحظہ کرتے ہیں:

(1) باتوں میں لفظ میٹر کہنا یا چیز کی قیمت میٹر کے حساب سے بتانا مگر ناپتے وقت گز سے ناپنا حالانکہ گز 36 انچ کا جبکہ میٹر 39 انچ کا ہوتا ہے۔

(2) گز کو ناپنے کے لیے 36 انچ سے اور میٹر کو ناپنے کے لیے 39 انچ سے کم لمبائی والا آلہ استعمال کرنا جیسا کہ بعض دکان داروں نے یہ طریقہ اپنا رکھا ہے۔

(3) اینٹ، سلیب، بیم اور ٹائلز وغیرہ کی پیمائش میں دھوکا کرنا۔

(4) کم وزن والے باٹ استعمال کرنا جیسا کہ بعض دکان دار ایسے باٹ رکھتے ہیں جن کے کنارے وغیرہ جھڑے ہوئے یا اپنی مرضی سے بڑی ہوشیاری سے جھڑوائے گئے ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے باٹ کا وزن چند گرام کم ہو چکا ہوتا ہے۔ بعض دکانوں اور ٹھیلوں پر ایسے باٹ دکھائی دیتے ہیں جنہیں الیکٹرک ٹیپ یا شاپر سے چھپا دیا گیا ہوتا ہے، گاہک کو نہ تو اس کے چھپائے جانے کی وجہ معلوم ہوتی ہے اور نہ ہی یہ پتا چلتا ہے کہ باٹ پورا ہے یا پھر وزن ہلکا کرنے کے لیے مشین وغیرہ کے ذریعے کٹوا کر جھڑوایا گیا ہے۔

(5) باٹ کی جگہ چیز تولنے کے لیے پتھر یا اینٹ استعمال کرنا، گاہک نہیں جانتا کہ جس وزن کے لیے یہ اینٹ یا پتھر بطور باٹ استعمال کیا جارہا ہے یہ اس وزن کے باٹ کے برابر ہے یا کم۔

(6) باٹ تو پورا ہو لیکن تولنے میں کسی بھی طرح سے ہیرا پھیری اور بے ایمانی کرنا مثلاً چیز کو زور سے یا اونچائی سے ترازو میں ڈال کر فوراً ہی اٹھا لینا۔

(7) ترازو کے پلڑوں میں فرق رکھنے اور سامان والے پلڑے کو پہلے ہی وزنی رکھنے کے لیے مختلف حربے استعمال کرنا، مثلاً سامان والے پلڑے کے نیچے مقناطیس چپکا دینا یا پھر بھاری برتن رکھ دینا اور اس ہیرا پھیری کو گاہک کی نظر سے چھپانے کے لیے باٹ والے پلڑے میں پہلے ہی سے باٹ رکھ دینا وغیرہ۔

(8) کپڑا یا الاسٹک ناپتے وقت لچک دار کپڑے کو کھینچ کر ناپنا، اسی طرح بجلی کا تار، یا پانی کا پائپ وغیرہ گز یا میٹر کے اسکیل کے بجائے اپنے کاؤنٹر یا ٹیبل پر گز یا میٹر سے کم نشان لگا کر ان کے مطابق کم ناپ کر دینا۔

(9) ایسے غلط، چور سائز، غیر معیاری و غیر قانونی پیمائشی فیتے استعمال کرنا جن کی لمبائی کم ہوتی ہے ان کے ذریعے

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں مقیم اعوان فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 29 سال، تعلیم بی کام، ذاتی کاروبار کے لیے دینی مزاج کا ہم پلہ رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0305-4790905

اشتہار دینے والے حضرات نوٹ کرلیں کہ ادارہ ہذا صرف اطلاعاتی رول ادا کرے گا اور رشتہ کے حوالے سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا۔

چند میٹرز، گز یا فٹ ناپے جائیں تو بظاہر کچھ انچ کی کمی ہوتی ہے مگر چوڑائی وغیرہ ملا کر مجموعی طور پر اچھی خاصی کمی ہو جاتی ہے۔

(10) دودھ، کوکنگ آئل، مٹی کا تیل، مائع کیمیکلز، بلیچ، پیٹرول وغیرہ کو ناپنے کے پیمانے میں ہیرا پھیری کرنا جیسا کہ ایسی کپی یا پیمانہ استعمال کرنا جس کی اندر کی سطح یا تلا باہر سے دکھائی دینے والے تلے سے اوپر ہوتا ہے یا پھر اندرونی پھیلاؤ اس کی اصل جسامت سے کم ہوتا ہے۔

(11) وزن کے بجلی والے ترازو کی سیٹنگ یا میٹر میں تبدیلی کر کے کم تول کر دینا یا ان میں تبدیلی تو نہ کرنا مگر یہ ترازو دکان کے اندر یا پھر کاؤنٹر پر ہی ایسی جگہ رکھنا کہ تول کے وقت گاہک دیکھ ہی نہ سکے جیسا کہ بعض دکانوں پر ایسا دیکھنے کو ملتا ہے۔

یہ تو ناپ تول میں کمی کی بعض وہ صورتیں تھیں جن کا تعلق ترازو، پیمانے، باٹ، پیمائشی فیتے یا پھر ناپ تول کے انداز میں ہیرا پھیری کرنے سے ہے مگر ان کے علاوہ آج کل ناپ تول میں ڈنڈی مارنے کی بہت زیادہ استعمال ہونے والی ایک صورت ملاوٹ بھی ہے۔ ملاوٹ بھی درحقیقت ناپ تول میں کمی ہی کی ایک صورت ہے جس میں گاہک کو اس کی مانگی ہوئی چیز تو کم ہی ملتی ہے مگر اسی کمی کا وزن دوسری چیز سے پورا کر دیا جاتا ہے مثلاً گاہک پچیس کلو یا پچاس کلو چاول وغیرہ کی کچھ بوریوں کا آرڈر دے تو بیوپاری ہر بوری میں دو تین کلو چاول کم کر کے اس کمی کو پتھر کی کنکروں کے ذریعے پورا کر دے۔ تھوک کے حساب سے جہاں خرید و فروخت ہوتی ہے وہاں بڑے پیمانے پر اصل چیز میں کمی کر کے اس کمی کو ملاوٹ کے ذریعے پورا کرنے کا رواج بہت بڑھ چکا ہے اور پھر جب یہ چیزیں چھوٹی دکانوں تک پہنچتی ہیں تو ہر گاہک کو اس کا نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے، گویا ایسے بیوپاری اگرچہ خود کو ہوشیار اور سیانا سمجھ رہے ہوتے ہیں مگر یہ مکار بہت سارے بندوں کے حقوق کا بوجھ اپنے کندھوں پر لے رہے ہوتے ہیں، جس کا حساب قیامت کے دن دینا ان کے لیے واقعی بہت مشکل ہوگا۔

آئیے! ملاوٹ کے ذریعے ناپ تول میں کمی کرنے کی بھی چند مثالیں دیکھتے ہیں:

(1) گھی میں ناقص تیل کی ملاوٹ۔

(2) دالوں، چاولوں اور مختلف اناجوں میں پتھر کی کنکریاں یا دیگر اجزا ملا کر تولنا۔

(3) کالی مرچ میں پپیتے کے بیجوں کی ملاوٹ۔

(4) دودھ میں پانی یا مختلف نقصان دہ کیمیکلز کی ملاوٹ۔

(5) گوشت کی رگوں میں پانی بھر کر اور مختلف پھلوں اور سبزیوں کو پانی میں رکھ کر وزن بڑھانا اور پانی کو بھی گوشت، پھل اور سبزی کے بھاؤ بیچنا۔

(6) مرچوں میں سرخ مٹی کی ملاوٹ کرنا۔

(7) پسے ہوئے دھنیے میں لکڑی کے برادے کی ملاوٹ۔

(8) اینٹوں کی بناوٹ میں سیمنٹ کی مقدار کم کر کے گاہک کی نظر میں اس کمی کو چھپانے کے لیے کلر کی ملاوٹ تا کہ دیکھنے میں لگے کہ سیمنٹ زیادہ مقدار میں ہے۔

(9) زندگی بچانے والی دواؤں میں ملاوٹ کرنا۔

غرض! اب ہول سیل مارکیٹوں میں کئی چیزیں ایک نمبر، دو نمبر اور تین نمبر وغیرہ کہہ کر الگ الگ کوالٹی میں بیچی جا رہی ہیں۔ بعض صورتوں میں دکاندار کو خریداری کے وقت چیز کی کوالٹی کا ہلکا ہونا معلوم تو ہوتا ہے مگر وہ جان بوجھ کر ہلکی کوالٹی سستے داموں صرف یہ سوچ کر خرید لیتا ہے کہ اپنی دکان پر یہ دو نمبر چیز ہی ایک نمبر چیز کی قیمت میں دوسرے گاہکوں کو بیچ دوں گا۔

یہ تمام امور انتہائی گناہ اور انسانیت کو دھوکا دینے کے حربے ہیں، یہ ناانصافی بلکہ عوام کے حق پر کھلا ڈاکا بھی ہے۔ ہمیں ہر حال میں ان سے بچنا چاہیے اور رزق حلال کو ہر حال میں ترجیح دینا چاہیے، دھوکا دینے سے بظاہر نفع معلوم ہوتا ہے لیکن اس سے رزق میں خیر و برکت ختم ہو جاتی ہے اور آخرت میں ایسے تاجروں کو سخت عذاب کی خبر سنائی گئی ہے۔

اللہ پاک ہمیں دین کے تمام احکامات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، دوسروں کی ناانصافیوں سے اور دوسروں کے ساتھ ناانصافیاں کرنے سے بچائے۔ آمین

❀❀❀

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(4 تا 10 جولائی 2024ء)

جمعرات 4 جولائی: صبح لاہور آمد ہوئی۔ مرکزی عاملہ کے اجلاس میں شرکت کی۔ دوپہر میں شعبہ تربیت اور شعبہ مالیات کی میٹنگز کی صدارت کی۔ بعد نماز عصر شعبہ زکوٰۃ، انگریزی و بیرون پاکستان کی میٹنگ کی صدارت کی۔

جمعہ 5 جولائی: نماز جمعہ سے قبل پروگرام ''امیر سے ملاقات'' کی ریکارڈنگ کرائی۔ نیز اتوار 7 جولائی کو تحفظ ختم نبوت کے سلسلہ میں ہونے والی آل پارٹیز کانفرنس کے لئے مختصر پیغام کی ریکارڈنگ کرائی۔ تقریر اور خطبۂ جمعہ مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی لاہور میں ارشاد فرمایا اور جمعہ کی نماز پڑھائی۔ سہ پہر تین بجے حلقہ لاہور شرقی کے تنظیمی دورہ کے سلسلہ میں گڑھی شاہو میں مسجد النور آمد ہوئی۔ نماز عصر سے قبل حلقہ کے ذمہ داران سے تعارف، افہام و تفہیم کی نشست اور گفتگو کا اہتمام ہوا۔ نماز عصر سے قبل از نماز عشاء حلقہ کے تمام رفقاء سے ملاقات رہی۔ نئے شامل ہونے والے رفقاء سے تعارف، رفقاء کے ساتھ سوال و جواب کی نشست اور بیعت مسنونہ کا اہتمام ہوا۔

ہفتہ 6 جولائی: صبح بجے 6 حلقہ فیصل آباد کے دعوتی دورہ کے سلسلہ میں مرکز لاہور سے روانگی ہوئی۔ حلقہ کے ایک علاقہ پیر محل کے گاؤں کی ایک مسجد میں صبح 9:15 تا 10:45 ''ہماری دینی ذمہ داریاں'' کے موضوع پر دعوتی خطاب ہوا۔ منفرد اسرہ کے نقیب منظور صاحب اور ان کے رفقاء نے بھرپور محنت کی۔ چھٹی کا دن نہ ہونے کے باجود مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے احباب اور عوام کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔ اس کے بعد ٹوبہ ٹیک سنگھ روانگی ہوئی جہاں تنظیم کے مرکزی کی مسجد میں ''موجودہ حالات اور ہماری ذمہ داریاں'' کے عنوان سے دن 12 بجے خطاب ہوا۔ یہاں بھی چھٹی کا دن نہ ہونے کے باوجود احباب کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔ نماز ظہر کے بعد دیرینہ رفیق تنظیم پروفیسر خلیل الرحمن صاحب کے گھر ان کی عیادت کے لیے گئے۔ حلقہ کے ذمہ داران اور چند دیگر رفقا بھی شریک تھے۔ سہ پہر لاہور واپسی ہوئی۔

اتوار 7 جولائی: صبح لاہور سے کراچی روانگی ہوئی۔

پیر 8 جولائی: نماز عشاء کے بعد حج کی سعادت حاصل کرنے والے احباب کے ایک پروگرام میں ''حج کے بعد زندگی اور ہماری ذمہ داریاں'' کے عنوان سے خطاب کیا۔

معمول کی مصروفیات: قائم مقام نائب امیر صاحب سے مستقل رابطہ رہا اور معمول کے تنظیمی امور انجام دیئے۔ قرآنی نصاب کے حوالہ سے سرگرمیاں جاری رہیں۔

امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ کا دعوتی دورہ حلقہ فیصل آباد

امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ نے 6 جولائی بروز ہفتہ حلقہ فیصل آباد کا دعوتی دورہ کیا۔ دورہ کے دوران پیرمحل میں عوامی خطاب اور ٹوبہ ٹیک سنگھ میں تنظیم کے رفقاء اور احباب سے خصوصی خطاب کا پروگرام ترتیب دیا گیا۔ امیر حلقہ فیصل آباد کی قیادت میں پانچ رکنی ٹیم نے انتظامات کا جائزہ لیا۔

امیر محترم ناشتہ کے بعد صبح 9:15 مسجد میں تشریف لائے۔ پروگرام کا آغاز سورۂ فتح کی آخری آیات کی تلاوت اور ترجمہ کے ساتھ ہوا۔ اس کے بعد سٹیج سیکرٹری محترم منظور احمد نے امیر محترم اور مہمانوں کی خدمت میں استقبالیہ کلمات کے بعد امیر محترم کو دعوتِ خطاب دی۔ امیر محترم نے موضوع سے متعلق قرآنی آیات کی تلاوت کے بعد مہمانوں کی آمد کا شکریہ ادا کرنے کے بعد فرمایا کہ جہاں ہم بیٹھے ہیں، جس شہر میں ہیں، جس ملک میں ہیں ان سب بلکہ پوری کائنات کا مالک اللہ ہے۔ ہم سب کو اللہ کے حضور حاضر ہونا ہے۔ ہمیں دیکھنا اور سوچنا ہے کہ کیا ہم اللہ کے حضور سرخرو ہوسکیں گے؟ جنت میں ایسی نعمتیں ہیں جنہیں کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، کوئی دل انہیں نہیں جانتا۔ ان کا حصول مشقت بھری محنت کے بعد ہی ممکن ہے اور یہ ایسی محنت ہے جس کے نتیجے میں اسلام کا عادلانہ نظام قائم کرسکیں۔ قرآن مجید کو چھوڑنے کی وجہ سے ہم مسائل کا شکار ہیں۔ چوبیس گھنٹے زندگی کے سارے معاملات میں اللہ کے احکام ماننے سے ہی عبادت کا حق ادا ہوگا۔ مومن وہ ہے جسے دیکھ کر اللہ یاد آجائے۔ امتی وہ ہے جس کو دیکھ کر نبی ﷺ یاد آجائیں۔ لیکن ہمارے اعمال تو منافقانہ رویہ کو ظاہر کرتے ہیں۔ صحیح امتی بننے کے لیے نبی اکرم ﷺ کی محبت کو اپنی زندگی میں شامل کرنا ہوگا۔ کافروں سے محبت اور اُن کی نقالی کرنے سے ہمیں عزت نہیں ملے گی۔ عزت امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے ملے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے کام کے لیے چن کر ہمیں بلند مقام دیا ہے۔ آج کہیں اسلام کا نظام قائم نہیں۔ یہ کام کریں گے تو اللہ کی مدد ہمارے شامل حال ہوگی۔ اس کے لیے ہم خود اللہ کا بندہ بنیں، دوسروں کو اس کی دعوت دیں اور اسلامی نظام کو قائم کریں۔ صبح 10:40 پر امیر محترم نے دعا کے ساتھ اپنے خطاب کو مکمل کیا۔ پروگرام میں شرکاء کی تعداد 250 کے قریب تھی۔ اس پروگرام کے لیے رفقاء نے خصوصی محنت کی۔ اللہ تعالیٰ شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

اس کے بعد ٹوبہ کے لیے روانگی ہوئی۔ مختصر آرام اور چائے کے بعد مسجد طوبیٰ شالیمار ٹاؤن میں دوپہر 12:00 بجے قاری اسرار شاہد صاحب کی سورہ صف کے آخری رکوع کی تلاوت سے پروگرام کا آغاز ہوا۔ امیر حلقہ نے ''موجودہ حالات اور ہماری دینی ذمہ داریوں'' کے موضوع پر امیر تنظیم محترم شجاع الدین کو خطاب کی دعوت دی۔ انہوں نے امت کی زبوں حالی، ملک کی معاشی وانتظامی دگرگوں حالت، کافروں کے ہاتھوں مسلم خون کی ارزانی کا ذکر کرتے فرمایا کہ ان حالات کو سمجھنے کے لیے قرآنی نظر کی ضرورت ہے۔ تجربہ اور مشاہدہ کافی نہیں، اس حوالے سے ہماری آنکھ بند ہے۔ لوگوں کے اخلاقی بگاڑ اور غلط معاشرتی رسم ورواج پہلی قوموں پر بھی اللہ کے عذاب کا سبب تھے اور آج بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو سینے سے لگا کر ہی اپنے اور ملک کی حالت کو سنوار سکتے ہیں۔ اس ملک عزیز میں اللہ کے دین کے نفاذ کی جدوجہد ہم پر فرض ہے۔ تنظیم اسلامی کے تربیت کے مراحل سے گزرتے ہوئے امر بالمعروف کے لیے تدریجاً پیش رفت کی جاسکتی ہے۔ تقریباً ایک بجے قبل از نماز ظہر دعا کے ساتھ خطاب اختتام پذیر ہوا۔ پروگرام میں شرکاء کی تعداد اسی (80) کے قریب تھی۔

نماز ظہر کے بعد تنظیم کے سینئر ساتھی اور ٹوبہ گورنمنٹ کالج کے سابق پرنسپل پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب کے گھر پر کھانے کے دوران غیر رسمی گفتگو کا سلسلہ چلتا رہا۔ خلیل الرحمٰن صاحب ٹوبہ ٹیک سنگھ میں تنظیم اسلامی کے ابتدائی دور کی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے مرحوم مختار حسین فاروقی کی خدمات اور ان کے محبت بھرے سلوک کا خصوصی ذکر کرتے ہوئے آبدیدہ ہوگئے۔ کھانے کے بعد امیر محترم لاہور واپسی کے لیے عازم سفر ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ امیر محترم، تمام ذمہ داران، منتظمین اور رفقاء واحباب کو اجر عظیم سے نوازے۔ آمین!

(مرتب: محمد رشید عمر، ناظم نشر اشاعت حلقہ فیصل آباد ڈویژن)

سہ ماہی اجتماع حلقہ لاہور شرقی

حلقہ لاہور شرقی کا سہ ماہی تربیتی اجتماع مسجد نور باغ والی گڑھی شاہو لاہور میں بروز اتوار 30 جون 2024ء کو صبح ساڑھے آٹھ بجے سے ظہر تک منعقد ہوا۔ امیر حلقہ جناب نور الوریٰ نے ابتدائی گفتگو کرتے ہوئے تمام شرکاء کو خوش آمدید کہا اور اجتماع کی تفصیل شرکاء کے سامنے بیان فرمائی۔ اجتماع کے طے شدہ شیڈول کے مطابق ''تذکیر بالقرآن'' کے ضمن میں ''نجویٰ اور اجتماعیت'' کے موضوع پر ناظم دعوت حلقہ جناب شہباز احمد شیخ نے سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ تذکیر بالحدیث کے ضمن میں ''حسن ظن'' کے عنوان پر مقامی تنظیم لاہور صدر کے ملتزم رفیق جناب ساجد حسین نے گفتگو فرمائی۔ تذکیر بالقرآن اور تذکیر بالحدیث کے بعد چائے اور باہمی تعارف کے لیے وقفہ ہوا۔ اگلا پروگرام بانیٔ محترمؒ کا ویڈیو خطاب بعنوان ''ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی دینی، ملی وسیاسی فکر کا خلاصہ'' تھا۔ اُنہوں نے فرمایا کہ ''میں محض مدرسِ قرآن نہیں ہوں جیسا کہ لوگوں کا خیال ہے بلکہ میں نے اپنی زندگی اقامت دین کی جدوجہد اور احیائے خلافت کے لیے وقف کر رکھی ہے۔ نظام خلافت کے احیاء کے بغیر شہادت حق کی ذمہ داری ادا نہیں ہوسکتی۔ گویا غلبہ دین کی جدوجہد ہر مسلمان پر اس کی حیثیت کے مطابق فرض ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ اسلام کے غلبے کے لیے سرگرم جماعت میں شمولیت اختیار کر کے جدوجہد میں حصہ لینا دیگر فرائض کی طرح ایک لازمی فریضہ ہے۔'' بانی محترم کے ویڈیو خطاب کے بعد تنظیم اسلامی کے تاسیسی رکن جناب عبدالرزاق نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے زیر عنوان حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے فضائل اور اسلام کے لیے جان و مال کی قربانی پر مشتمل کارنامے بیان کیے۔ اجتماع کا اگلا پروگرام ''مسئلہ فلسطین: تاریخ کے تناظر میں'' تھا۔ تنظیم اسلامی کے نائب ناظم نشر و اشاعت جناب رضاء الحق نے بڑی عمدگی اور دلچسپ انداز سے اس موضوع پر ملٹی میڈیا کے ذریعے تفصیلی پریزینٹیشن دی۔ فلسطین کی تاریخ اور موجودہ صورتحال کو بیان کرتے ہوئے اُنہوں نے تمام مسلمان ممالک کے حکمرانوں کی بے حسی پر مبنی رویہ کو بے نقاب کیا اور اس حوالے سے ہماری ذمہ داریوں پر بھی روشنی ڈالی۔ نماز ظہر کے بعد رفقاء کے لیے ظہرانے پر پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

(رپورٹ: نعیم اختر عدنان، ناظم نشر و اشاعت حلقہ لاہور شرقی)

دعوتِ دین کے ضمن میں داعی کا کردار
قرآن، صبر، استقامت اور تسلسل

تمام حمد وتعریف اس ذات مبارکہ کے نام، جس کے قبضہ قدرت میں ہماری جان ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب قرآن سے میرا بس اتنا تعلق تھا کہ میں قرآن پاک کو ایصال ثواب اور حصول برکت کا ایک ذریعہ سمجھتا تھا۔ کبھی ترجمہ سے پڑھنا تو دور کی بات سوچا بھی نہیں تھا۔ اس حوالے سے میں اللہ تعالیٰ کا بہت شکر گزار ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک صاحب کو میری رہنمائی کا ذریعہ بنایا جو میرے اور میرے گھرانے کے لیے محسن کا درجہ رکھتے ہیں اور انہوں نے ہم سب کو قرآن سے جوڑا۔ تنظیم اور انجمن سے میرے گھرانے کا دور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔ وہ صاحب جناب عامر خان صاحب ہیں اور دعوت دین کے سلسلے میں ان کا صبر، استقامت، تسلسل اور کردار مثالی ہے۔ وہ بہت ثابت قدمی سے مجھے دعوت دین سے آگاہی دیتے رہتے تھے۔ بہت سی تلخ اور ناگوار باتیں بھی ہوئیں، ڈانٹ بھی کھاتے تھے اور جب آج میں ان کے بارے میں سوچتا ہوں تو شرمندگی ہوتی ہے۔ میں نے ان کو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ کیا آپ کو دنیا میں کوئی اور کام نہیں ہے سوائے اس کے کہ جب میں قرآن پڑھتا ہوں تو آپ اسی وقت کیوں آجاتے ہیں اور ترجمہ سے پڑھنے کا درس دیتے رہتے ہیں مگر انہوں نے کبھی برا نہیں مانا۔ پھر وہ ایک روز جناب انجینئر نوید احمد صاحب، جناب نسیم الدین صاحب اور جناب عبدالطیف کھوکر صاحب کو گھر پر لے کر آ گئے اور مجھے تنظیم سے متعارف کروایا اور اس میں شمولیت کی دعوت دی مگر میں نے ان حضرات کو مثبت جواب نہیں دیا۔ مجھے بخوبی علم ہے کہ نیکی کی سوچ پر فوراً عمل کر لینا چاہیے اور برائی کو ٹالتے رہنا چاہیے تاکہ شیطان کو وار کرنے کا موقع نہ ملے۔ اس دعوت کے ضمن میں پہلے میں، پھر میری اہلیہ اور پھر ہمارے بچے الحمدللہ اقامت دین کی جدوجہد کے لیے تنظیم اسلامی کے قافلے میں شریک ہو گئے۔ میں اس دعوت دین کی جدوجہد میں اپنے رشتہ داروں اور اپنے دوستوں کے سامنے تنظیم کا تعارف کرواتا رہا، جس کے نتیجے میں رشتہ داروں اور حلقہ احباب میں سخت آزمائش کا سامنا کرنا پڑا مگر اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال رہی۔ اس سلسلے میں جو رکاوٹیں آرہی تھیں اس کو دو حضرات کے قول سے دور کرتے رہے۔

(1) بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا کہنا تھا: ”حق کی بات کو کسی کی پروا کئے بغیر بہ بانگ دہل کر دیا کریں۔“

(2) انجینئر نوید احمدؒ کا کہنا تھا: کہ ابوذر ہاشمی صاحب! ''اس راستے میں کانٹے ہی کانٹے ہیں، پھول نہیں ملیں گے، اپنا کام ثابت قدمی سے کرتے جائیں۔ اور نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں۔“

تنظیم میں شمولیت اختیار کرنے کے چوتھے مہینے ملتزم قرار دیا گیا۔ پھر لانڈھی تنظیم میں نقیب اسرہ، ناظم مالیات، ناظم دعوت پھر مقامی امیر رہا۔ آج کل حلقہ جنوبی کی عاملہ اور شوریٰ اور امیر حلقہ کے معاون کی ذمہ داری ادا کر رہا ہوں۔ اس تحریک سے وابستہ ہونے کے بعد مجھے قرآن مرکز لانڈھی کے ناظم کی ذمہ داری دی گئی جس پر میں تقریباً 13 سال فائز رہا۔ یہ ذمہ داری انجمن کی طرف سے دی گئی تھی۔ تقریباً 7 سال مقامی امیر رہا۔ مزید یہ کہ میرے بچوں کی شادیاں بھی ممکن حد تک اسلامی شعائر کے مطابق ہوئیں اور سب ہی تنظیم میں شریک ہیں۔

تا حال میں نے اس دعوتی کام کو اپنے محلے، احباب اور رشتہ داروں تک یا صرف لانڈھی تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ پورے شہر کراچی تک لوگوں تک پہنچاتا رہا ہوں اور ان شاء اللہ اپنی آخری سانس تک پہنچاتا رہوں گا۔

اس ضمن میں قرآن پاک کی سورۃ حم السجدہ کی مندرجہ ذیل آیات کافی مفید ثابت ہوئی ہیں اور میرے لیے استقامت کا باعث بنتی ہیں۔

(33) ”اور اس سے زیادہ اچھی بات والا کون ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ میں یقیناً مسلمانوں میں سے ہوں۔“

(34) ”نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی، برائی کو بھلائی سے دفع کرو، پھر وہی جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے ایسا ہو جائے گا جیسے دلی دوست۔“

(35) ”اور یہ بات صرف انہی کو عطا ہوتی ہے جو صبر سے کام لیتے ہیں اور اسے سوائے بڑے نصیب والوں کے کوئی نہیں پا سکتا۔“

الحمدللہ اس سال قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں اعتکاف کی سعادت نصیب ہوئی۔ وہاں بھی دعوتی کام جاری رکھا۔ الحمدللہ کہ معتکفین میں سے 2 افراد نے تنظیم میں شمولیت اختیار کی اور 8 افراد انجمن کے رکن بنے۔

دعا گو ہوں ان لوگوں کے لیے جو ہمارے محسن ہیں۔ (رپورٹ: ابوذر ہاشمی، لانڈھی، کراچی)

رفقاء متوجہ ہوں
ان شاء اللہ

”جامع مسجد العابد وارڈ نمبر 7، حیات سر روڈ، گوجر خان (حلقہ پنجاب پوٹھوہار)“ میں

04 تا 10 اگست 2024ء (بروز اتوار نمازِ عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں درج ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:۔

☆ اسلام کا انقلابی منشور ☆ جہاد فی سبیل اللہ

زیادہ سے زیادہ رفقاء متعلقہ کورس میں شریک ہوں۔

اور

09 تا 11 اگست 2024ء (بروز جمعۃ المبارک نمازِ عصر تا بروز اتوار نمازِ ظہر)

امراء، نقباء و معاونین تربیتی و مشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: درج ذیل موضوع پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ ذمہ داران سے گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں۔

☆ اسلام کا انقلابی منشور (سماجی سطح پر)

زیادہ سے زیادہ ذمہ داران پروگرام میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 051-3510334 / 0311-5030220

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 78-(042)35473375

Muslim, took his sojourn at Madinah. He had all the trappings of an expert plotter and the Jewish genius at intrigues, an attribute of his clan. He planted subversive ideas among the people. He pleaded for the usurped rights of the house of the Prophet *(SAAW)*, carried out a propaganda campaign against Caliph Uthman *(RAA)* and incited the people to revolt. He declared Ali *(RAA)* to be the rightful successor to the Prophet Muhammad *(SAAW)* and dubbed Uthman *(RAA)* as a usurper. He told people that every Prophet has a wasee and Ali *(RAA)* is the wasee of Prophet Mohammad *(SAAW)* and, therefore, entitled to be the caliph after the Prophet. He also preached the divinity of Ali *(RAA)*, thus striking at Tauheed, the very root of Islam. The Persians, who had embraced Islam only a few years before, were taken in by this propaganda because they had a long history of kingship and hero-worship. They were familiar with the divine rights of kings, and hero-worship was diffused in their blood. They readily accepted these ideas and became their champions. Similarly, Abdullah Ibn Saba floated another viewpoint related to the second appearance of Prophet Isa *(AS)*. He argued that Prophet Muhammad *(SAAW)*, who is the best amongst the prophets of Allah *(SWT)*, would also appear with Christ, for the contrary would imply that he is inferior to Prophet Isa *(AS)*. Unsophisticated and illiterate Muslims saw a point of adoration in it for Prophet Muhammad *(SAAW)* and fell an easy prey to that sort of propaganda.

Abdullah Ibn Saba travelled all over the Muslim lands and set up his propaganda centers at Basra and Kufa, but his attempts failed in Damascus. Then he went to Egypt where he formed a party of his supporters. Consequently, the last two years of Caliph Uthman's reign were filled with machinations, intrigue, and turmoil all over Muslim territories. It culminated in the most unjustified murder (martyrdom) of Caliph Uthman *(RAA)* who was the ruler of a vast empire and had tens of thousands of soldiers under his command but refused to shed the blood of Muslims in self-protection. Governors of provinces from all over the empire besought the Caliph to allow them to send troops to quell the uprising and to protect his person from the rebels who had surrounded his residence, but he remained strict and steadfast in his decision. It is perhaps a unique and unprecedented episode in the entire history of mankind that a very powerful man, like the Caliph Uthman *(RAA)*, refused to use authority for his personal safety and let himself be assassinated. May Allah *(SWT)* shower His blessings on him.

<u>Ref</u>: An excerpt from the English translation of the Book "سانحہ کربلا" by Dr Israr Ahmad *(RAA)*; "The Tragedy of Karbala" [Translated by Commander (retd.) Muhammad Tufail]

گوشۂ انسدادِ سود

وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال اور ان کے جوابات

(گزشتہ سے پیوستہ)

(۲) غالباً معزز عدالت کی طرف سے یہ سوال پوچھنے کا سبب مروجہ نظام بینکاری کے حامیوں کا یہ پراپیگنڈا بھی ہے کہ اسلام نے اس سود کو حرام قرار دیا ہے جو ان قرضوں پر وصول کیا جاتا جنہیں مجبور لوگ اپنی صرفی ضروریات کے لیے لیتے تھے اور قرض خواہ پھر ان مظلوموں سے بھاری بھاری سود وصول کرتے تھے جبکہ تجارتی قرضوں کا تو اُس زمانے میں رواج ہی نہیں تھا۔ مولانا امین احسن اصلاحیؒ نے اس حوالے سے آیت مبارکہ ﴿وَاِنۡ کَانَ ذُوۡ عُسۡرَۃٍ فَنَظِرَۃٌ اِلٰی مَیۡسَرَۃٍ﴾ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے:

''عربی زبان میں 'اِنۡ' کا استعمال عام اور عادی حالات کے لیے نہیں ہوتا بلکہ بالعموم نادر اور شاذ حالات کے بیان کے لیے ہوتا ہے۔ عام حالات کے بیان کے لیے عربی میں 'اِذَا' ہے۔ اس روشنی میں غور کیجیے تو آیت کے الفاظ سے یہ بات صاف نکلتی ہے کہ اُس زمانہ میں عام طور پر قرض دار ذُومَیسرہ (خوش حال) ہوتے تھے' لیکن گاہ گاہ ایسی صورت بھی پیدا ہوتی تھی کہ قرض دار غریب ہو یا قرض لینے کے بعد غریب ہو گیا ہو تو اس کے ساتھ رعایت فرمائی۔''
(تدبر قرآن: ج 1' ص 594'595)

بحوالہ: ''انسدادِ سود کا مقدمہ اور وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال'' از حافظ عاطف وحید

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 811 دن گزر چکے!

The Tragedy of Karbala

On the 10th of Muharram Al-Haram, 61 A.H., a most abominable and tragic event occurred in the desert of Karbala that resulted in the martyrdom (shahadah) of Hussain Ibn Ali *(RAA)*, the grandson of our Prophet *(SAAW)* and the son of his daughter, along with most of the members of his family and their supporters. It should be borne in mind that this tragedy did not take place all of a sudden like a bolt from the blue. It was in fact the manifestation of the plot of Sabayees which had claimed the life of Uthman *(RAA)*, the third Caliph and the son-in-law of the Prophet *(SAAW)* twenty-five years earlier. Caliph Uthman's martyrdom took place on 18th of Dhu Al-Hajj, 36 A.H.

We must not overlook the fact that the struggle between the forces of good and evil is a continuous process which never ends. In the history of mankind, evil has reigned supreme most of the time whereas the triumph of good has been sporadic and short-lived. Another well-established fact is that the evil forces, even if subdued and subjugated, never acknowledge total defeat. On the contrary, they become submissive for a while and lay low, waiting for an opportunity to strike back. Often the evil forces, when subdued, go underground but never abandon their struggle to cause rift and strife among their opponents. The Prophet of Islam *(SAAW)* brought about an incomparable and unprecedented revolution in the history of mankind, a unique miracle for all times, and established a state and government to dispense justice to the people over a vast tract of the globe. In the words of the Qur'an:

> "...the Truth came and the falsehood vanished..." (Al-Isra 17:81)

But toward the end of the Prophet's revolution, the evil forces put on a disguise and lay low, waiting for the right moment for a counter-attack. Thus, immediately after the demise of the Prophet *(SAAW)*, insurgencies raised their ugly heads against the Islamic state. False prophets and those who defied Zakat challenged the central authority and waged wars against the state of Al-Madinah Al-Munawwara. These were the counter-revolutionary forces, determined to disintegrate the newly established Islamic state; but through resolute and prompt action, Abu Bakr Siddique *(RAA)*, the first Caliph, defeated them and consolidated the achievements of the Prophet's Islamic Revolution. It was a great service to Islam rendered by the first Caliph who had a short but glorious reign.

In the next twenty years which include the reigns of Omar *(RAA)* and Uthman *(RAA)*, the second and third Caliph of Islam, many more countries were conquered under the banner of Islam and the Muslim empire extended over a vast expanse of the globe, comprising Iraq, Syria, Iran on one side and a large part of North Africa including Egypt and Morocco on the other. But the historical process has its immutable laws. As the Revolution of the Prophet *(SAAW)* was challenged by the reactionary movements on the Arab land, the same happened with the conquests of those two Caliphs. The first target of these reactionaries was the person of Omar *(RAA)* who was assassinated by Abu Luloo Feroze, a Parsi slave from Persia. It was purely a Persian plot hatched by Hurmuzan, a Persian general, who thought that if Omar *(RAA)* was removed from the scene, the empire of Islam would fall like a house of cards. But by the grace of Allah *(SWT)*, it survived the calamity. Abdullah Ibn Saba, a Jew from Yemen, under the garb of a

Vol: 33 | Regd. No. C.P.L NO.114 | No.27

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore